آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۵	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۶ء	جلد ۵

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور - ۲۰ - مئی سنہ ۱۹۰۶ء کو منیجر میگزین کے اہتمام سے شائع ہوا چندہ سالانہ عہ

تعلیم الاسلام

جیساکہ دوسری جگہ اس رسالے میں لکھا جاچکا ہے مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے مجلس ناظم التعلیم نے ایک ماہوار رسالہ کا نکالنا تجویز کیا ہے جس سے نہ صرف اس غرض کو ہی پورا کیا جانا مقصود ہے کہ مدرسہ کی تازہ ترین خبریں ماہ بماہ ساری جماعت کو پہنچتی رہیں اور رسید زر کا اعلان ہوتا رہے بلکہ اس میں ایک اور اہم مقصد مدنظر رکھا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کئی احباب نے یہ خواہش کی کہ ایک رسالہ خالص درس قرآن شریف کا ہونا چاہیئے جس میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس قرآن شریف کے مفصل نوٹ باقاعدہ اور بالترتیب درج ہوں۔ اور جب ایک دفعہ قرآن شریف ختم ہوجائے تو یہ بمنزلہ ایک پوری تفسیر کے ہوجائیگا سو اس غرض کو پورا کرنیکے لئے رسالہ تعلیم الاسلام کا اجرا تجویز کیا گیا ہے۔ اور ایسا انتظام کیا جاویگا کہ تفسیر کا حصہ بعد میں ایک جلد میں مجلد ہوسکے چونکہ ساتھ ہی اسکے یہ امر بھی مدنظر تھا کہ اسکا سلسلہ اشاعت وسیع ہو اس لئے قیمت رسالہ جو ۴۰ صفحوں سے کم نہ ہوگا مع محصولڈاک وغیرہ صرف ۲ر تجویز کیگئی ہے یعنی ایک سال کے لئے ۲ر۔ امید ہے ہمارے وہ احباب جنکو دیر دیر تک قادیان دارالامان میں رہنے کا موقع کم ملتا ہے اس نعمت کی قدر کریں گے۔ درس قرآن شریف ابتدا سے شروع کیا جائیگا۔ پہلا رسالہ جولائی کے مہینہ میں نکلیگا مگر یہ ازبس ضروری ہے کہ خریداروں کی تعداد پہلے معلوم ہوجائے تاکہ اسی کے مطابق کاپیاں چھپوانیکا انتظام کیا جاوے اس لئے محب بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس اطلاع کو پڑھتے ہی درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان بھیجدیں اور یہ اطلاع ساتھ دیں کہ آیا پہلا پرچہ انکے نام وی پی کیا جاوے یا وہ خود قیمت جولائی تک ارسال فرمادیں گے۔ اس رسالہ کا مالی فائدہ بھی اگر کچھ اسکی اشاعت بڑھ جانے پر ہوا تو وہ مدرسہ کی بہتری کے لئے ہی صرف ہوگا اس لئے یہ دوہرے ثواب کا موقع ہے۔

دینیات کا پہلا رسالہ:۔ جسکو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے لکھا ہے۔ مسائل نماز کے متعلق اس میں لکھے گئے ہیں۔ ہر ایک احمدی کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ قیمت ار درخواستیں بنام شیخ یعقوب علی صاحب آویں۔

حمایت الاسلام:۔ اس کتاب کے ۱۲۸ صفحے میرے پاس بغرض ریویو پہنچے ہیں۔ اور میں نے بعض بعض مقامات سے اسکو پڑھا ہے اسکے مصنف سید احمد شیعہ مجتہد ہیں مگر جسقدر حصہ کتاب کا چھپ چکا ہے وہ بلا لحاظ فرقہ لکھا گیا ہے۔ اس حصہ میں مذہب کی ضرورت۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج پر فلسفیانہ بحث ہے۔ جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ واقعی معقول ہیں۔ کتاب کی قیمت ۱۲ رکھی گئی ہے اور یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ جسقدر اجزا چھپتی جاوینگی وہ خریداروں کو پہنچتے رہیں گے۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔ سید رضی۔ کوٹھی تحسین۔

لغات القرآن:۔ سید عبدالحی عرب کی تالیف ہے۔ اکثر حصہ اسکا مفردات راغب سے لیا گیا ہے جو قرآن کریم کی نہایت معتبر لغات ہے۔ عام فہم بنانیکے لئے مؤلف نے دو کالم کردیئے ہیں ایک کالم میں عربی عبارت اور اس کے مقابل اردو ترجمہ دوسرے کالم میں۔ میرے خیال میں ایک بہت مفید کتاب ہے۔ اور بڑی محنت سے تیار کیگئی ہے حصہ اول قریباً چارسو صفحوں کا ہے اور قیمت ۱۲ ہے۔ قادیان میں مصنف سے یا حکیم فضلدین سے ملتی ہے۔

رسالہ ورزش جسمانی:۔ حکیم اکبر شاہ خانصاحب احمدی نجیب آبادی کی تصنیف ہے مضمون نام سے ظاہر ہے۔ ۵۴ صفحے۔ قیمت ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلسلہ احمدیہ کے مختصر حالات اور عقائد

سلسلہ احمدیہ اسلام میں اس تحریک کے بالمقابل واقع ہے جو یہودی مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شروع ہوئی جس سے مراد وہ عیسائی مذہب نہیں جو آجکل حضرت عیسیٰؑ کے نام پر پھیل رہا ہے بلکہ وہ تعلیم ہے جس کو قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچی تعلیم بیان فرماتا ہے۔ سلسلہ عیسویہ کا خاص نشان جو اس کو یہودیوں کے باقی تمام فرقوں سے (جنکی تعداد بہت بڑی تھی) ممتاز کرتا تھا یہ تھا کہ اس سلسلہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کا مسیح موعودؑ تسلیم کر لیا تھا اور بنی اسرائیل میں جس قدر پیشگوئیاں اور امیدیں مسیحؑ کے نام سے وابستہ چلی آتی تھیں ان سب کا حضرت عیسیٰؑ کے ظہور سے پورا ہونا مان لیا تھا۔ اسی طرح پر سلسلہ احمدیہ کا امتیازی نشان جو اس کو مسلمانوں کے دوسرے تمام فرقوں سے ممتاز کرتا ہے یہ ہے کہ یہ سلسلہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ بانی سلسلہ کو مسیح موعودؑ اور مہدی معہودؑ تسلیم کرتا ہے اور جس قدر پیشگوئیاں اسلام کی آئندہ کامیابیوں اور غلبہ کے متعلق مسیح اور مہدی کے نام سے وابستہ ہیں ان سب کا آپکے ظہور سے پورا ہونا مانتا ہے۔ مگر ان دونوں سلسلوں کے ابتدا میں ہی ایک بڑا بھاری فرق بھی ہے چونکہ سلسلہ موسویہ یعنی یہودی مذہب صرف ایک قوم بنی اسرائیل کے لئے تھا اسی قوم کے لئے اس کے تمام نبی بھی جو حضرت موسیٰؑ کے بعد آئے مبعوث ہوتے تھے۔ اور ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ بھی صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے۔ اور وہ صرف اسرائیلیوں کے مسیح تھے نہ کسی اور قوم یا مذہب کے۔ نہ ہی انکے متعلق کسی دوسری قوم یا مذہب میں کوئی پیشگوئی موجود تھی۔ مگر چونکہ مذہب اسلام ابتدا سے ہی کل دنیا کے واسطے آیا تھا اور کسی ایک قوم سے مخصوص نہ تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور رحمۃ للعالمین تھا۔ اسی طرح سلسلہ احمدیہ بھی ابتدا سے ہی سب قوموں کے لئے ہے۔ چنانچہ بانی سلسلہ ہذا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ صرف یہی نہیں کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق آئے ہیں جو اسلام میں مسیح یا مہدی کے متعلق موجود ہیں بلکہ انکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جسقدر قوموں کو آخری زمانہ میں کسی مصلح کی آنیکی امیدیں دی گئی ہیں ان سب کی امیدیں آپکے ہی ظہور سے پوری ہوئیں اور ہونگی جیسا کہ مثلاً عیسائیوں کو بھی مسیحؑ کے دوبارہ آمد یا ایک دوسرے مسیحؑ کے آنیکی خبر دیگئی ہے۔ اور ہندوؤں میں کرشنؑ اوتار کے آخری زمانہ میں ظہور کی خبر دی گئی ہے۔ اسی کے مطابق آپکے یہ دعاوی ہیں کہ میں عیسائیوں کے لئے مسیح موعودؑ اور ہندوؤں کیلئے کرشن ہوکر آیا ہوں۔

سلسلہ کی تاریخ مختصرتہً یہ ہے کہ بانی سلسلہ کے ملہم من اللہ ہونیکا دعویٰ ۱۸۸۰ء میں ہی جب آپ کی پہلی کتاب براہین احمدیہ شایع

ہوئی عام طور پر ملک میں شائع ہو چکا تھا* اور پھر اسی کتاب کے ذریعہ آپ کا دعویٰ مجددیت بھی بموجب حدیث ان اللہ یبعث علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا شائع ہو کر عام قبولیت پا چکا تھا اور خود کتاب براہین احمدیہ جس میں یہ دعاوی موجود تھے اور جس میں بہت سی پیشگوئیوں کا جو پوری ہو چکی تھیں اور بہت سی پیشگوئیوں کا جو آئندہ ظہور میں آنیوالی تھیں ذکر تھا۔ تمام اہل اسلام میں مقبول ہوئی۔ یہانتک کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اب اس سلسلہ کے سخت ترین دشمنوں میں سے ہیں۔ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان سب باتوں کو تسلیم کیا یعنی پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور مصنف کتاب کا منجانب اللہ مامور اور ملہم ہونا۔ اور جن لوگوں نے اعتراض کئے تھے انکو بھی جواب دیا۔ لیکن باوجود اس قبولیت کے جو اس زمانہ سے ہی شروع ہو گئی تھی آپ اس وقت کسی کی بیعت نہ لیتے تھے۔ کیونکہ آپکا طریق شروع سے ہی انبیاء علیہم السلام کا تھا اور کوئی امر جس کے لئے آپ خدا کی طرف سے حکم نہ پاتے تھے خود بخود آپ نہ کرتے تھے۔ ۱۸۸۸ء تک ایسا ہی رہا۔ اسوقت بمقام لدھیانہ خدا تعالیٰ سے امر پاکر آپنے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو یہ اشتہار شائع کیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ اس اعلان پر بہت سے لوگ آپ کی بیعت میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ مگر سلسلہ کی یہ امن کی زندگی دو سال سے نہ بڑھی۔ ۱۸۹۱ء میں آپنے اللہ تعالیٰ سے تصریح پاکر یہ اعلان کیا کہ مسیح بنی اسرائیلی فوت ہو چکے ہیں اور جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا وہ میں ہی ہوں۔ اس دعوی پر مخالفت کا وہ شور اٹھا جسکا بیان کرنا مشکل ہے۔ حالانکہ یہی دعویٰ دوسرے رنگ میں براہین احمدیہ میں پیش ہو چکا تھا جس میں ایسے الہامات موجود تھے جن میں آپ کو عیسیٰ کے نام سے خطاب کیا گیا تھا مگر مخالفت کا ایسا طوفان عظیم اٹھا کہ بڑے بڑے علما اور فضلا جو مثل مولوی محمد حسین بٹالوی کے خود حضرت مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونے پر بڑے زور سے شہادت دے چکے تھے اور اپنی شہادت کا اعلان دنیا میں کر چکے تھے وہ بھی آنکھیں بند کر کے اسی مخالفت میں اندھادھند دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو لئے۔ اور مولوی مذکور نے یہانتک مخالفت کا بیڑا اٹھایا کہ ہندوستان میں شہر بہ شہر اور دہ بدہ پھر کر ایک فتویٰ کفر کا تیار کرنا شروع کیا۔ اور اس کی تیاری میں صدہا تکالیف اور مصائب کو برداشت کر کے ملک کے ملاؤں اور مولویوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور اسطرح پر اس سنت اللہ کو پورا کیا جو ہمیشہ سے انبیاءؑ کے لئے چلی آئی ہے۔ ان فتووں میں جو جوش مولویوں نے ظاہر کیا وہ بعض صورتوں میں وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا چنانچہ بعض مولویوں نے یہانتک فتوے دیئے کہ بانی سلسلہ اور وہ لوگ جو اس کو منجانب اللہ تسلیم کرتے ہیں انکے ساتھ مسلمان تعلقات نکاح کو روا نہ رکھیں۔ اور انکی لاشوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن ہونے نہ دیں۔ انکو دکھ دینا یا نقصان پہنچانا ایک ثواب کا کام سمجھا گیا۔ انکے مال چرا لینا۔ انکی عورتوں کو نکال لینا اور بالآخر انکو قتل کر دینا یہ سب بہشت میں پہنچنے کی سہل الحصول راہیں تجویز کی گئیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں عوام بہ سبب جاہل ہونیکے بالکل ملاؤں اور مولویوں کے زیر اثر ہیں اور اپنی قوت متفکرہ سے کام کم لیتے ہیں جو کچھ ان فتووں اور اس مخالفت کا اثر ہوا اسکو قیاس کر لینا آسان ہے۔ اور سلسلہ کی ترقی پر جو اسکا اثر ہوا وہ بھی بآسانی سمجھ آسکتا ہے۔ مگر باوجود اس مخالفت کے سخت طوفان کے یہ سلسلہ جیسا کہ اسکے دشمنوں کی آرزو تھی نیست و نابود نہ ہوا۔ اور آہستہ آہستہ ترقی کرتا رہا۔ یہ ایک بات بیشک غور طلب ہے کہ جتنے لوگ منجانب اللہ ہوتے ہیں انکی مخالفت کا رنگ بھی الگ ہوتا ہے۔ اور انکے خلاف جو مخالفت کا شور اٹھتا ہے وہ اپنی شدت

* یہ صرف تاریخ عام اشاعت دعوے کی ہے ورنہ الہام آپ کو بہت مدت پہلے سے ہوتا تھا۔ منہ

میں بے نظیر ہوتا ہے۔ جھوٹے کے خلاف کبھی ایسا شور مخالفت کا نہیں اٹھتا۔ بلکہ اسکی چنداں پرواہی نہیں کیجاتی مگر سچے کو نیست و نابود کرنے پر دنیا کے فرزند کمریں باندھ لیتے ہیں۔ مثلاً ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ جزیرہ نمائے عرب میں آپ کی کسقدر مخالفت ہوئی اور دوسری طرف مسیلمہ کذاب کو دیکھو کہ اسکی کسی نے پروا بھی نہ کی پر جس کی مخالفت ہوئی اس کی کامیابی نے دنیا کو حیران کردیا اور دوسرا خود ہی ہلاک ہوگیا۔ ایسا ہی اس ملک ہند میں کئی چھوٹے چھوٹے کیڑے مہدویت یا رسالت کے دعویدار اسی زمانہ میں پیدا ہوئے مگر باوجود اسکے کہ انکی کسی نے مخالفت نہ کی وہ خود ہی نیست و نابود ہوگئے۔ دوسری طرف بانی سلسلہ احمدیہ کے نیست و نابود کرنیکے لئے اسی قسم کی مخالفت کی گئی جیسی ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ہوتی رہی ہے مگر یہ مخالفت سلسلہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں ہر ایک چیز اپنی پیدائش کے وقت بڑی حفاظت کو چاہتی ہے کیونکہ اسکا وجود اسوقت نہایت ہی نازک اور کمزور ہوتا ہے۔ ایک بڑا مضبوط درخت جو بعد میں آندھی کے بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کرتا ہے جس وقت اُگتا ہے صد درجہ کی احتیاط اور حفاظت چاہتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی کا اسپر پاؤں پڑ جائے یا کوئی چارپایہ ہی اس کو کھا جائے یا بادصرصر کا جھونکا ہی اسے اکھاڑ لے جائے۔ یا پانی نہ ملنے سے مرجھا جائے غرض ہر طرح کی احتیاط اور حفاظت سے اسکی پرورش کی جاتی ہے تو وہ بڑھ سکتا ہے مگر الٰہی سلسلے عین اپنی پیدائش کے وقت سخت سے سخت مخالفتوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہیں پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں انکے جڑھ سے اکھاڑنیکی کوششیں کیجاتی ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ اگر کوئی ہستی جو ان تمام طاقتوں سے بالاتر اور زبردست ہو اور جسکی مرضی کے بغیر دنیا کی کوئی طاقت اپنا کام نہ کرسکتی ہو۔ اگر ایسی کوئی ہستی ان سلسلوں کی خاص حفاظت اور تائید اپنے خاص ارادہ سے نہ کررہی ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ نہ صرف زندہ رہیں بلکہ خارق عادت طور پر بڑھتے چلے جاویں اور مخالفتیں انکا کچھ بگاڑ نہ سکیں۔

صادق اور کاذب میں امتیاز کے لئے ایک مثال کا بیان کردینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ ایک شخص چراغ الدین نام جموں میں تھا جو ابتدا میں اس الٰہی سلسلہ میں داخل ہوا اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کی تصدیق کی مگر کچھ عرصہ بعد مسیلمہ کذاب کی طرح شائد اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ دعوئے رسالت سے کامیابی ہوجاتی ہے اور خود بخود ہی لوگ کھینچے چلے آتے ہیں چنانچہ سنہ ۱۹۰۲ء میں اس نے دعوئے رسالت کرکے اس کے شائع کرنیکی اجازت چاہی جسپر اسکو تنبیہ کی گئی اور کتاب دافع البلاء میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اسکے متعلق وحی الٰہی سے اسکی ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی جو ذیل میں درج ہے "رات کو عین خسوف قمر کے وقت میں چراغدین کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا انی اذیب من یریب میں فنا کردونگا میں غارت کردونگا میں غضب نازل کرونگا اگر اس نے شک کیا اور اسپر ایمان نہ لایا اور رسالت اور مامور ہونیکے دعوے سے توبہ نہ کی" اس تحریر کے شائع ہونیکے بعد چراغ الدین نے توبہ کا خط لکھا مگر بعض پادریوں کے ورغلانے سے کچھ مدت بعد پھر اس نے دعوئے رسالت شائع کیا اور خدا کے مسیح کو دجال کہا اس شخص کی حالت مسیلمہ کذاب سے بہت مشابہ ہے جیسا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تھا کہ میں بھی آپکے ساتھ رسول ہوں ایسا ہی اس شخص نے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہی لکھا کہ میں بھی آپکے ساتھ رسول ہوں۔ اور اسکو مہلت بھی مسیلمہ کذاب کی طرح بہت ہی

تھوڑی ملی۔ یعنی توبہ کرنے کے بعد جب اس نے دوبارہ دعویٰ رسالت شائع کیا۔ تو اس کے بعد اسکو اسی کے قریب یا اس سے کچھ کم مہلت ملی جس قدر مسیلمہ کذاب کو ملی تھی اور مطابق اس پیشگوئی کے جو ۱۹۰۲ء میں ہزارہا رسالوں کے ذریعہ شائع ہو چکی تھی وہ اپنی کتاب منارۃ المسیح کو شائع کرنیکے ایک سال بعد ہی ہلاک ہو گیا۔ اور ہلاک بھی عذاب طاعون سے ہوا۔ اب اسجگہ چند باتیں غور طلب ہیں اول یہ بات غور طلب ہے کہ باوجود اس کے کہ اس شخص نے دعویٰ رسالت کیا اور اسلام پر اسکا حملہ سخت تھا کیونکہ وہ عیسائی مذہب کو بھی سچا مانتا تھا۔ کس مولوی نے اسکی مخالفت کی؟ کس نے کفر کا فتویٰ تیار کیا؟ کس نے اخباروں اور رسالوں کے ورق اسکی مخالفت میں سیاہ کئے؟ کیا جائے تعجب نہیں؟ کہ ایک شخص جو اسلام کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو اور اسلام کی صداقت کو تمام دنیا میں ثابت کر رہا ہو اور تمام عقائد باطلہ کی تردید کر رہا ہو اسپر تو فتووں کا اسقدر جوش و خروش ہو کہ کھانا پینا اور سونا بھی حرام کر دیا جاوے اور جب ایک دوسرا شخص عیسائی مذہب کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو اور بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ تو اس کی مخالفت کیلئے ایک سطر بھی نہ لکھی جاوے پھر جسکی مخالفت کی گئی تھی وہی کامیاب ہو اور دوسرا ہلاک ہو۔ اگر واقعی محض دعوی رسالت ہی مخالفت کا باعث ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ چراغ دین کی مخالفت نہ ہوئی حالانکہ ابھی مولوی محمد حسین صاحب زندہ ہی ہیں۔ پس اصل راز مخالفت کا صرف یہی ہے کہ جو آسمان سے آتا ہے اس کی مخالفت ہی سخت ہوتی ہے۔ اور اسی کے نیست و نابود کرنے پر کمریں باندھی جاتی ہیں۔ دوسرا امر یہ قابل غور ہے کہ کاذب اور مفتری کو مہلت نہیں دیجاتی جیسا مسیلمہ کذاب کی ہلاکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک شہادت ہو گئی اسی طرح چراغدین کی ہلاکت ایک دو سال کے اندر ہی حضرت مسیح موعود اور اسلام کی صداقت پر ایک شہادت ہو گئی۔ مگر یہ شہادت دو طرح پر ہوئی۔ کیونکہ اسکا اتنی جلدی ہلاک ہونا تو آپ کی صداقت کی شہادت تھی ہی۔ مگر دوسری شہادت یہ ہوئی کہ وہ پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوا۔ ایسی صریح پیشگوئی کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک شخص کا نام لکھا ہوا ہے پھر اس کے متعلق بصراحت تمام تر یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ میں اسے فنا کر دونگا غارت کر دونگا اسپر غضب نازل کرونگا۔ چنانچہ پہلے اس کے دونوں بیٹے ہلاک ہوئے اور پھر خود بھی عذاب طاعون سے جو اس زمانہ میں غضب الٰہی کا نمونہ ہے ہلاک ہوا۔ کاش کوئی غور کرنیوالا غور کرے کہ اس عجیب پیشگوئی نے عجیب طرح پر پورا ہو کر کسطرح سلسلہ احمدیہ کی صداقت کو دنیا میں روشن کر دیا ہے۔

یہ ایک جملہ معترضہ تھا مگر یہ اصل مضمون سے ہمیں دور نہیں لے گیا۔ ابتدا میں جن کتابوں میں بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے دعاوی اور انکے دلائل کو بیان کیا وہ تین کتابیں ہیں۔ یعنی فتح اسلام۔ توضیح مرام اور ازالہ اوہام۔ مگر ان دلائل سے مخالفت میں کوئی نمایاں کمی ظہور میں نہ آئی۔ مگر ۱۸۹۴ء میں ایک واقعہ ایسا ہوا جس نے مخالفوں کی ہمتیں توڑ دیں۔ قرآن شریف اور حدیث میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ مہدی کے ظہور کے وقت چاند اور سورج کا خسوف ماہ رمضان میں خاص تاریخوں میں ہو گا اور یہ ایک ایسا نشان ہو گا جو اور کسی مدعی کے لئے کبھی ظاہر نہ ہوا ہو گا۔ اس پیشگوئی کا ظہور ۱۸۹۴ء کے رمضان میں ہوا جب ۱۳ رمضان کو چاند اور ۲۸ رمضان کو سورج کو گرہن لگا۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونیکا بہت اثر اور رعب ہوا۔ اگرچہ اس سے نہ تو مخالفت ہی فی الفور رک گئی اور نہ ہی گروہ در گروہ لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ کیونکہ یہ سنت اللہ بھی نہیں مگر اس میں

شک نہیں کہ مخالفین کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور بعض مولوی بہت ہی مضطرب ہوئے۔ اور دوسری طرف غور کرنیوالی طبیعتوں نے سمجھ لیا کہ اگرچہ بظاہر سلسلہ احمدیہ کے بعض عقائد انکے دلوں میں راسخ اور جمے ہوئے عقیدوں کے خلاف ہیں مگر سنت انبیاء کے مطابق خدا کا ہاتھ اسکی تائید اور نصرت میں ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۶ء کے اخیر پر ۳۱۳ مخلص اس سلسلہ میں داخل تھے جنکی فہرست انجام آتھم کے ضمیمہ کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

اسی اثنا میں بعض اور واقعات بھی ایسے پیش آئے جن کا اثر سلسلہ کی ترقی پر بہت کچھ ہوا۔ بانی سلسلہ نے غیر مذاہب کی تردید میں جو کچھ براہین احمدیہ میں لکھا تھا وہ کم نہ تھا مگر ۱۸۹۱ء میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا اعلان آپ کی طرف سے ہوا تو سب سے زیادہ اسکو عیسائیوں نے محسوس کیا کیونکہ عیسائی مذہب کی بنیاد ہی مسیحؑ کی زندگی پر ہے۔ ۱۸۹۳ء میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے درمیان ایک عظیم الشان مباحثہ بمقام امرتسر ہوا جس میں اہل اسلام کی طرف سے حضرت مرزا صاحب مجادل تھے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم اور انکا مددگار ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک۔ اس مباحثہ میں عیسائی مذہب نہ صرف دلائل کے پیش کرنے سے ہی قاصر رہا بلکہ ایک اصول مباحثہ کا وکیل اسلام کی طرف سے ایسا زبردست پیش کیا گیا جس نے حاضرین پر یہ ثابت کر دیا کہ انجیل ایک ناقص کتاب ہے۔ وہ اصول یہ تھا کہ دونوں فریق اس امر کے پابند ہوں کہ اثنائے مباحثہ میں جسقدر دعاوی اپنے مذہب کی تائید یا دوسرے مذہب کی تردید میں پیش کریں اور جسقدر ان دعاوی کے دلائل پیش کریں وہ اس کتاب میں سے پیش کریں جسے وہ الہامی یا مقدس مانتے ہیں۔ اور اس کتاب کے حوالہ کے بدون کوئی دعویٰ یا دلیل پیش نہ کریں۔ علم کلام میں یہ زبردست اصول اول ہی اول صرف بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے ہی پیش ہوا اور اس اصول کے پیش کرنے نے نہ صرف اہل اسلام کے دلوں کے اندر ہی اسلام کی عظمت کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی عظمت کو بھی بٹھا دیا بلکہ عیسائی صاحبان کے اس اصول پر کاربند نہ ہو سکنے نے یہ بھی بتا دیا کہ جس کتاب کو وہ ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں قرآن شریف کے بالمقابل وہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ علاوہ ازیں مباحثہ کے خاتمہ پر ایک تیسری زد عیسائی مذہب پر یہ پڑی کہ عیسائیوں نے اپنے اندر ان روحانی برکات کا موجود نہ ہونا کھلے لفظوں میں تسلیم کر لیا جنکا وعدہ سچے مسیحیوں کو انجیل میں دیا گیا ہے اور یوں خود اپنے مذہب کے بطلان پر مُہر لگا دی اور برخلاف اس کے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے مباحثہ کے خاتمہ پر آتھم کی نسبت یہ پیشگوئی کی گئی کہ وہ جلد ہلاک ہو جاوے گا اور اسکی ہلاکت کی میعاد پندرہ ۱۵ ماہ بتائی گئی اس شرط کے ساتھ کہ اس عرصہ میں وہ حق کیطرف رجوع نہ کرے۔ آتھم نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا جس کی ادنیٰ شہادت یہی ہے کہ عین جلسہ مباحثہ میں ہی اس نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال نہیں کہا۔ اور یہ رجوع الی الحق کا پہلا قدم تھا۔ بعد کے واقعات جنکی تفصیل کی اسجگہ گنجائش نہیں۔ صاف ثابت کرتے ہیں کہ آتھم نے اس شرط سے فائدہ اٹھایا مگر پندرہ ۱۵ ماہ گذر جانیکے بعد جب عیسائیوں نے ناحق کا شور مچایا اور آتھم سے قسم کھانے کے لئے باربار کہا گیا کہ وہ حلفیہ بیان کر دے کہ اس نے اس اثنا میں رجوع الی الحق نہیں کیا تو اس نے شہادت حقہ کا اخفا کیا اور پھر اپنے لوگوں کے ساتھ مل گیا۔ اور آخر مطابق پیشگوئی کے بہت جلد ہلاک ہو گیا۔

یعنی حضرت مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے ٹھیک سات ماہ کے اندر مر گیا۔ عیسائیوں کو جو کچھ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے اور مباحثہ کی وجہ سے صدمات پہنچے تھے انکا ازالہ انہوں نے کس طرح کرنا چاہا اسکا کچھ ذکر آگے چلکر آئے گا۔

۱۸۹۷ء سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے مشہور رہیگا۔ اس سال کے تین واقعات نہایت عظیم الشان ہیں ان میں سے پہلا واقعہ پنجاب میں آمد طاعون ہے جسکی ہلاکت ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے براہین احمدیہ میں حضرت مرزا صاحب کی طرف سے اسکی خبر دیجا چکی تھی۔ اور اس الہام الٰہی کا کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردے گا" بھی اسی طرف اشارہ تھا کہ خدائے تعالیٰ سخت عذاب بھیجکر لوگوں کو مسیح موعود کی صداقت کا قایل کریگا۔ اگلے سال ۱۸۹۸ء میں جب ابھی طاعون پنجاب کے ایک یا دو ضلعوں کے بعض دیہات میں ہی گھری ہوئی تھی۔ اور گورنمنٹ پورے زور سے اسکی بیخکنی کے درپے ہو رہی تھی۔ اور تمام قسم کی احتیاطوں کو عمل میں لارہی تھی۔ مثلاً طاعون زدہ علاقہ سے لوگوں کو باہر نہ نکلنے دینا۔ گھروں کو خالی کر دینا۔ قرنطین۔ ٹیکہ کرانا وغیرہ وغیرہ تو ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو حضرت مرزا صاحب کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں آپ کا ایک رؤیا تھا کہ آپنے پنجاب کے مختلف مقامات پر سیاہ پودے لگائے جاتے دیکھے ہیں اور جب پوچھا گیا کہ یہ سیاہ پودے کیسے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ طاعون کے درخت ہیں چنانچہ اس اشتہار میں اس رؤیا کو لکھنے کے بعد بصراحت تمام یہ پیشگوئی بھی کی گئی کہ ملک پنجاب میں خصوصاً طاعون کا سخت زور ہو جائے گا اور یہ ایک یا دو ضلعوں کے بعض دیہات تک محدود نہ رہے گی بلکہ جگہ جگہ پھیل جائیگی اور سخت حملے ہوں گے۔

دوسرا عظیم الشان واقعہ ۱۸۹۷ء کا پنڈت لیکھرام آریہ سماج لیڈر کی موت ہے۔ سلسلہ احمدیہ کا تعلق اس واقعہ سے یوں ہے، کہ چار سال پہلے ۱۸۹۳ء میں بانی سلسلہ نے کھلے الفاظ میں پنڈت مذکور کی اپنی درخواست اور اصرار پر ایک پیشگوئی اسکی موت کے متعلق شائع کی تھی۔ آریہ سماج کو ابتدا میں ہی بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ عداوت ہوگئی تھی۔ اور بعض سماجیوں نے آپکے ساتھ مباحثات بھی کئے۔ ۱۸۸۴ء میں جب آپکی کتاب براہین احمدیہ کا چوتھا حصہ شائع ہوا تو اس میں بہت سی پیشگوئیوں کے پورا ہونیکا ذکر تھا۔ جن میں سے ایک پیشگوئی جسکے گواہ قادیان کے آریہ سماجی ہی تھے اور یہیں پنڈت دیانند بانی سماج کی موت کے متعلق بھی تھی۔ پنڈت لیکھرام اگرچہ مذہب سے بے بہرہ تھا مگر اسکی شہرت پسند طبیعت نے شہرت کی آسان راہ یہی دیکھی کہ مذہبی مباحثات میں شامل ہو اور مذہبی مباحثات پر کتابیں لکھے۔ ۱۸۸۵ء کے نومبر کے اخیر میں یہ شخص قادیان میں آیا۔ اور مباحثہ کے لئے خط و کتابت حضرت مرزا صاحب سے کی اور بالآخر اس بات پر ہنسی کرکے کہ خدائے تعالیٰ نشان بھی دکھلایا کرتا ہے نشان ہلاکت خود ہی مانگا۔ جو خط و کتابت فریقین کے درمیان اس اثنا میں ہوئی وہ رسالہ استفتا میں چھپ چکی ہے۔ لیکھرام کی موت کی پہلی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو شایع ہوئی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ وہ شخص چھ سال کے اندر اندر دردناک عذاب سے ہلاک کیا جاوے گا۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً اور پیشگوئیاں شائع ہوتی رہیں جن میں زیادہ تفصیلات اسی پیشگوئی کے متعلق بتائی گئیں۔ ان سب پیشگوئیوں کا ظہور ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو ایسے رنگ میں ہوا جس نے دلوں کو ہلا دیا۔ اس کے بعد ہی

آریہ سماج کے خیال کو پورا کرنیکے لئے حضرت مرزا صاحب کی خانہ تلاشی بھی کی گئی۔ مگر اس خانہ تلاشی سے خدا کے مسیح کی اور اس سلسلہ کی اور بھی عزت افزائی ہوئی۔

تیسرا بڑا واقعہ جس نے اس سلسلہ کی صداقت کو دنیا میں روشن کیا اسی سال میں پادری صاحبان کا ایک جھوٹا مقدمہ حضرت مسیح موعود پر کھڑا کرنا تھا۔ آتھم کے مباحثہ میں اور پھر اسکی موت کی پیشگوئی کے پورا ہونے سے جو عیسائی مذہب کو صدمات پہنچ چکے تھے۔ ممکن ہے کہ انہیں کے ازالہ کے لئے یہ ایک تجویز سوچی گئی ہو۔ تین دیسی عیسائیوں نے جو واعظوں کا کام کرتے تھے ایک منصوبہ مقدمہ قتل کا گانٹھا مستغیث ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک تھا جو امرتسر کے مباحثہ میں آتھم کا معاون تھا۔ اور آریہ سماج اور مولوی صاحبان نے بھی مدد دینے سے دریغ نہیں کیا آریہ سماج اور آریہ سماج پرتی ندی سبھا کا پریزیڈنٹ پنڈت رام بھجدت مستغیث کی طرف سے بغیر محنتانہ لینے کے وکیل بنا۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس کی تائید میں شہادت دی۔ مقدمہ اول ڈپٹی کمشنر امرتسر کے پاس دائر ہوا جس نے چالیس ہزار روپے کی ضمانت کا وارنٹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے نکالا۔ مگر قبل اسکے جو وارنٹ پہنچ سکے۔ اسے سمجھ آگیا کہ وہ مقدمہ سُن نہیں سکتا اور اسکا انتقال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں ہوا۔ جس نے بذریعہ سمن حضرت مرزا صاحب کو طلب کیا۔ مقدمہ کے دائر ہونے سے بہت پہلے حضرت مسیح موعود نے ایک رؤیا دیکھا تھا کہ ایک بجلی آپکے مکان کی طرف آئی ہے لیکن نقصان کوئی نہیں کیا اور ساتھ اس کے یہ الہام الٰہی تھا ما ھٰذا الا تھدید الحکام۔ اور یہ بھی الہام ہوا کہ ابرا یعنی انجام کار بری کئے جاویں گے۔ یہ رؤیا اور الہامات جماعت میں شہرت پا چکے تھے کہ مقدمہ دائر ہوا۔ پبلک بھی بڑے شوق سے مقدمہ کی نتیجہ کی منتظر تھی کیونکہ خلاف فیصلہ سے گویا یہ سلسلہ ہی نیست و نابود ہو سکتا تھا۔ پر خدا جس طرح ہر موقعہ پر اس سلسلہ کی خاص حفاظت اور تائید کرتا رہا ہے اس موقعہ پر بھی اسنے پیشگوئیوں کے مطابق پادریصاحبان اور آریہ سماجی صاحبان اور مولویصاحبان سب کو ناکام کیا۔ اور مجسٹریٹ نے بریت کا حکم دیا اور صاف طور پر لکھا کہ یہ پادریصاحبان کا بنایا ہوا مقدمہ ہے۔ اور ڈاکٹر مارٹن کلارک کو بھی انہوں نے دھوکا دیکر شامل کرایا ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ سے نہ صرف سلسلہ کی صداقت ہی از سر نو چمک اٹھی اور خدا کا ہاتھ اسکی تائید میں ظاہر ہوا بلکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مخالفین کے حملے اس سلسلہ پر کیسے کمینے اور گرے ہوئے ہیں اور وہ کس کس قسم کی ناجائز کوششوں سے جو انکے بس میں ہیں اس سلسلہ کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔

۱۸۹۷ء میں ان تین واقعات نے سلسلہ احمدیہ کی بنیاد کو نہایت مستحکم کر دیا۔ کیونکہ ان واقعات سے نہ صرف مخالفین کی ہمت ہی ٹوٹ گئی بلکہ سمجھدار لوگوں نے خدا کا ہاتھ اس سلسلہ کی کھلی کھلی تائید کرتا ہوا دیکھ لیا۔ چنانچہ اس کے بعد سلسلہ کی ترقی کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ خصوصاً ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں جب طاعون کی شدت نے ۶۔ فروری ۱۸۹۸ء کی پیشگوئی کا نقشہ دکھلایا تو بہت سے دل حق کو سمجھ گئے اور یا مسیح الخلق عدوانا پکارتے ہوئے گروہ در گروہ اس سلسلہ میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ مارچ ۱۹۰۱ء میں جو مردم شماری ہوئی اس میں احاطہ بمبئی کی رپورٹ میں ۱۱۰۸۷۔ احمدیوں کی تعداد تھی مگر پنجاب میں جہاں اس سلسلہ نے

بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ مردم شماری کی رو سے صرف ۱۱۱۳ مرد پندرہ سال سے اوپر عمر کے تھے۔ اس رپورٹ کی غلطی بہتی کی تعداد سے صاف ظاہر ہے کیونکہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک اسقدر دُور دراز کے علاقہ میں جہاں احمدی سلسلہ کی تحریک بھی بہت کم ہے گیارہ ہزار سے اوپر احمدی موجود ہوں اور پنجاب میں جہاں گروہ درگروہ سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں ایک ہزار کے قریب تعداد ہو۔ منجملہ دیگر وجوہات کے ایک وجہ تعداد کے پورا ظاہر نہ ہونیکی یہ بھی ہے کہ اشتہار جس کے ذریعہ سلسلے کے نام کا اعلان کیا گیا تھا اس وقت دیا گیا جب مردم شماری کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اور دور دور کے دیہات میں جنکے پتے بھی موجود نہ تھے۔ نام کا پتہ بھی وقت پر نہیں لگا۔ اب بھی اگرچہ مخالفت سلسلہ کی باقی ہے لیکن جیسے جیسے سلسلہ ترقی کر رہا ہے مخالفت خود دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اسوقت تین لاکھ اس جماعت کی تعداد کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ تعداد صرف ہندوستان کی ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے باہر کے ممالک میں بھی بہت جگہ احمدی پائے جاتے ہیں جیسے افغانستان۔ افریقہ۔ عرب۔ ایران۔ اسٹریلیا۔ امریکہ۔ سٹریٹ سٹلمنٹ وغیرہ ممالک میں۔ بالخصوص ۱۹۰۰ء سے سلسلہ کی ترقی کی رفتار بہت تیز ہو گئی ہے۔ ۱۹۰۲ء میں بعض کوششیں پھر کی گئیں کہ بانی سلسلہ پر فوجداری مقدمات کر کے سلسلہ کی وقعت کو کم کیا جائے مگر ہر ایک امر جو اس کے دشمن اسکے خلاف سوچتے ہیں وہ آخر اسکی تائید اور ترقی کا ذریعہ ہو جاتا ہے مثلاً انہی مقدمات میں فیصلہ سے ڈیڑھ سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان صاف الفاظ میں کر دیا تھا جو رسالہ ہذا میں بھی انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں جولائی ۱۹۰۳ء میں شایع ہو چکا تھا کہ آخرکار وہ بری کئے جائیں گے اور انکے فریق مخالف پر الزام جھوٹ وغیرہ کا قائم ہوگا۔ چنانچہ ان مقدمات کا نتیجہ ڈیڑھ سال بعد عدالت اپیل میں وہی ہوا جو پہلے سے شائع کیا جا چکا تھا اور جیسا کہ ضروری تھا اسکا اثر مستعد طبیعتوں پر نہایت نیک ہوا۔ اور بجائے اسکے کہ مقدمات اس سلسلہ کو کمزور کرنیوالے ہوتے۔ انہوں نے اور بھی اسے قوّت دی۔ ہندوستان سے باہر سب سے زیادہ ترقی اس سلسلہ نے ملک افغانستان میں کی ہے۔ جہاں موجودہ امیر کی ان کوششوں کے باوجود کہ حکومت کے زور سے اس سلسلہ کی ترقی کو روکے یہ سلسلہ دن بدن بہت ترقی کر رہا ہے۔ اور مولوی عبد اللطیف صاحب کی شہادت جو ملک افغانستان میں اس سلسلہ کے اول معتقد اور سرگروہ تھے اور ایسا ہی انکے شاگرد مولوی عبد الرحمٰن کی شہادت جو نہایت درد انگیز سزا کے ذریعہ ظہور میں آئیں بجائے روک ہونیکے اشاعت سلسلہ کا بڑا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں اور اس ملک میں جہاں سیاہی سے اشتہار لکھکر تقسیم کرنے منع ہیں اس خونی اشتہار نے عظیم الشان کام کر کے دکھلایا ہے۔

نئے واقعات جنہوں نے پیشگوئیوں سے متعلق ہونیکی وجہ سے سلسلہ کی رفتار ترقی پر اثر ڈالا ہے وہ زلزلے ہیں جنہوں نے پنجاب اور دوسرے ممالک میں خطرناک تباہی ڈالی ہے۔ اور جنکے متعلق براہین احمدیہ کے زمانہ سے لیکر اب تک پیشگوئیاں شائع ہوتی رہی ہیں۔ پنجاب کے یہ دو زلزلے یعنی ایک گذشتہ سال کے موسم بہار کا زلزلہ اور ایک اس سال کے موسم بہار کا زلزلہ ایسی صراحت سے بتائے گئے تھے جو انسانی طاقت کے اندر نہیں ہے۔ ایسا ہی جو قیامت کا نمونہ زلزلے جگہ جگہ دنیا میں دکھلا رہے ہیں وہ ایک حق پسند انسان کے لئے صریح نشان آخری زمانہ اور مسیح موعودؑ کی آمد کے ہیں۔ اور آپکی مشتہرہ پیشگوئیوں کو پورا کرنیوالے ہیں۔

احمدیہ نام اس سلسلہ کا نومبر ۱۹۰۰ء میں اختیار کیا گیا۔ اور ایک اشتہار میں جس کا بہت سا حصہ احاطہ بمبئی کے افسر مردم شماری نے نقل کیا ہے اس کی وجہ ظاہر کی گئی ہے۔ چنانچہ بمبئی کی رپورٹ سے ایک فقرہ کا ترجمہ یہاں دیا جاتا ہے۔ "اپنے مریدوں کیلئے بعض اعلیٰ درجہ کے اصول چال چلن کے قائم کر کے بانیٔ سلسلہ احمدیہ بیان کرتا ہے کہ کیوں اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ رکھا گیا۔ اسکی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ جلالی نام تھا اور جس میں آنحضرتؐ کی کامیابیوں کی طرف اشارہ تھا۔ اور دوسرا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو جمالی نام تھا جس میں اشارہ اس صلح اور اخوت کی طرف تھا جو آپ کے ذریعہ دنیا میں پھیلنی تھی چونکہ ان کے فرقہ نے جہاد اور تمام قسم کی خونریزیوں کو جو مذہب کے نام سے کی جاتی ہیں جائز نہیں رکھا اس لئے وہ اس فرقہ کا نام احمدیہ فرقہ تجویز کرتے ہیں۔" گویا احمدیہ نام رکھنے میں اصل غرض اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ یہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت جمالی کے ظہور کا ہے جس طرح مکہ میں آپ کی بعثت کے ابتدائی تیرہ سال تھے اور انہی معنوں میں غلام احمدؐ بروز احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

سلسلہ احمدیہ کا امتیازی نشان جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا تھا یہ ہے کہ اس کے بانی حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہودؑ ہیں۔ ان دو ناموں سے کیا مطلب ہے اسکے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر میں سے ایک فقرہ نقل کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے: "سو اس وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا ایسا ہی اس نے حقوق خالق کے تلف کے لحاظ سے میرا نام محمدؐ اور احمد رکھا اور مجھے توحید پھیلانے کے لئے تمام خو اور بو اور رنگ اور روپ اور جامہ محمدی پہنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوتار بنا دیا۔ سو میں ان معنوں کر کے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمدؐ مہدی بھی۔ مسیح ایک لقب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں خدا کو چھونے والا اور خدائی انعام میں سے کچھ لینے والا اور اس کا خلیفہ اور صدق اور راستبازی کو اختیار کرنیوالا۔ اور مہدی ایک لقب ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا جس کے معنے ہیں کہ فطرتاً ہدایت یافتہ اور تمام ہدایتوں کا وارث اور اسم ہادی کے پورے عکس کا محل۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت نے اس زمانہ میں ان دونوں لقبوں کا مجھے وارث بنا دیا اور یہ دونوں لقب میرے وجود میں اکٹھے کر دیئے سو میں ان معنوں کے رو سے عیسیٰ مسیح بھی ہوں اور محمدؐ مہدی بھی اور یہ وہ طریق ظہور ہے جسکو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں سو مجھے دو بروز عطا ہوئے ہیں بروز عیسیٰؑ و بروز محمدؐ۔ غرض میرا وجود ان دونوں نبیوں کے وجود سے بروزی طور پر ایک معجون مرکب ہے۔ عیسیٰ مسیح ہونیکی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو وحشیانہ حملوں اور خونریزیوں سے روک دوں جیسا کہ حدیثوں میں صریح طور سے وارد ہو چکا ہے کہ جب مسیح دوبارہ دنیا میں آئیگا تو تمام دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔ سو ایسا ہی ہوتا جاتا ہے۔ اور محمدؐ مہدی ہونیکی حیثیت سے میرا کام یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ خدائی توحید کو دنیا میں دوبارہ قائم کروں کیونکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض آسمانی نشان دکھلا کر خدائی عظمت اور طاقت اور قدرت عرب کے بت پرستوں کے دلوں میں قائم کی تھی۔ سو ایسا ہی مجھے روح القدس سے

مدد دی گئی ہے۔ وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ظاہر ہوا اور جس نے حضرت مسیح پر شعیر کے پہاڑ پر طلوع فرمایا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چمکا وہی قادر قدوس خدا میرے پر تجلی فرما ہو ہے اس نے مجھ سے باتیں کیں اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بھیجے گئے مَیں ہوں۔ مَیں اکیلا خالق اور مالک ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں اور مَیں پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہوں اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ جو کچھ مسیح کی نسبت دنیا کے اکثر عیسائیوں کا عقیدہ ہے یعنی تثلیث و کفّارہ وغیرہ یہ سب انسانی غلطیاں ہیں اور حقیقی تعلیم سے انحراف ہے۔ خدا نے اپنے زندہ کلام سے بلا واسطہ مجھے یہ اطلاع دی ہے اور مجھے اس نے کہا ہے کہ اگر تیرے لئے یہ مشکل پیش آوے کہ لوگ کہیں کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ تو خدا کی طرف سے ہے تو انہیں کہدے کہ اسپر یہ دلیل کافی ہے کہ اسکے آسمانی نشان میرے گواہ ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں پیش از وقت غیب کی باتیں بتلائی جاتی ہیں اور وہ اسرار جنکا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں وہ قبل از وقت ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ نشان ہے کہ اگر کوئی ان باتوں میں مقابلہ کرنا چاہے مثلاً کسی دعا کا قبول ہونا اور پھر پیش از وقت اس قبولیت کا علم دیئے جانا یا اور غیبی واقعات معلوم ہونا جو انسان کی حد علم سے باہر ہیں تو اس مقابلہ میں وہ مغلوب رہیگا گو وہ مشرقی ہو یا مغربی یہ وہ دو نشان ہیں جو مجھکو دیئے گئے ہیں تا ان کے ذریعہ سے اس سچے خدا کی طرف لوگوں کو کھینچوں جو در حقیقت ہماری روحوں اور جسموں کا خدا ہے جس کی طرف ایک دن ہر ایک کا سفر ہے۔"

آپکا دعویٰ مہدویت اس غلط عقیدے کی بیخکنی کرتا ہے جو بد قسمتی سے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے کہ مہدی سلام ایک جنگجو انسان ہو گا جو غیر مسلموں کو محض اس وجہ سے قتل کرتا جائیگا کہ وہ اسلام نہیں لائے اور کسی شخص کو نہیں چھوڑیگا جو فی الفور اسلام قبول نہ کرلے۔ اور اس خونریزی میں مسیح بھی اسکا شریک ہو گا۔ اس خطرناک عقیدے کے بالمقابل جو خصوصاً افریقہ میں کئی دفعہ خونریزی کا باعث ہو چکا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی یہ تعلیم ہے کہ ایسی حدیثیں جن میں خونی مہدی کے آنے کا ذکر ہے وہ سب مجروح ہیں۔ اور کہ مسیح اور مہدی ایک ہی مامور کے جس کی آخری زمانہ میں آنیکی پیشگوئیاں ابتدا سے چلی آتی ہیں دو نام ہیں جیسا کہ حدیث لا المھدی الا عیسیٰ سے صاف ظاہر ہے۔ اور کہ مہدی اور مسیح کی کارروائی کے متعلق وہی حدیث قابل اعتبار ہے جسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں بیان کیا ہے کہ یضع الحرب یعنی وہ جنگوں کو موقوف کر دیگا۔ سلسلہ احمدیہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ جن غلط معنوں میں جہاد کا لفظ مشہور عام ہے وہ خونی مہدی کے آنے کی امیدوں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ کسی شخص کو محض اس لئے مار ڈالنا جائز نہیں کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا - تو پھر ایسا مہدی بھی نہیں آسکتا جو لوگوں کو انکے اسلام قبول نہ کرنیکی وجہ سے قتل کرتا جائے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ ایسا مہدی آنیوالا ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ یہ اصول درست ہے کہ ایک مسلمان غیر مسلموں کو محض اسلام قبول نہ کرنیکی وجہ سے قتل کر کے مستحق ثواب ہو۔

اہم مسائل سلسلہ احمدیہ کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے اس دعوے سے پیدا ہوتے ہیں کہ مَیں وہ مسیح موعود اور خاتم الخلفا ہوں

جسکا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس مسئلہ پر دو مختلف پہلوؤں سے بحث پیدا ہوتی ہے۔ یعنی ایک عیسائی مذہب کے تعلق سے اور دوسرا اسلام کے تعلق سے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ کی آمد کا دونوں مذہبوں کے لوگوں کو انتظار ہے۔ اور اپنے اپنے رنگ میں وہ اسکے الگ الگ معنے کرتے ہیں۔ اول ہم مسیحی مذہب کے رو سے اس عقیدہ پر بحث کرتے ہیں سو واضح ہو کہ عیسائیوں کو جو مسیحؑ کی آمد ثانی کی امید دلائی گئی تھی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک وہ آمد ثانی اسی قبیل سے ہے جیسی کی الیاسؑ کی آمد ثانی حضرت مسیحؑ سے پہلے تھی۔ اور وہ یہ کہ یہودیوں کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ سچے مسیحؑ کی جو انکے درمیان آنیوالا ہے یہ نشانی ہے کہ اس سے پہلے الیاسؑ کی آمد ثانی ہوگی۔ اور جھوٹے مدعیوں اور سچے مدعی میں یہی امتیاز بتایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ مسیحؑ نہیں آئیگا جبتک کہ الیاسؑ آسمان سے نہ اُترے اور اسکی آمد ثانی نہ ہولے چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیح ہونیکا دعویٰ کیا تو قبل اس کے کہ یہودی کوئی اور معجزہ یا نشان اس سے طلب کریں انہوں نے یہی کہا کہ ضرور تھا کہ مسیحؑ صادق سے پہلے الیاسؑ دوبارہ آوے سو الیاسؑ کہاں ہے جس کا جواب حضرت مسیحؑ نے یہ دیا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہی الیاسؑ ہے کیونکہ وہ اسکی قوت اور طبیعت میں آیا ہے یعنی اسی کے روحانی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ پس جسطرح خود حضرت مسیحؑ الیاسؑ کی آمد ثانی کا فیصلہ انیس ۱۹۰۰ سو برس پہلے کر چکے ہیں اسی طرح آج مسیح ثانی اور آخری زمانہ کا مسیح موعودؑ مسیحؑ کی آمد ثانی کا فیصلہ کرتا ہے اور آمد ثانی کے وہی معنے کرتا ہے جو اس سے پہلے مسیحؑ نے کئے اور اس نظیر کو پیش کرتا ہے جس سے کوئی عیسائی انکار نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کہ مسیحؑ کی آمد ثانی سے مراد ایک ایسے شخص کی آمد ہے جو اسی کے رنگ اور خو میں آوے۔ چنانچہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے دعوے سے کئی سال پہلے براہین احمدیہ میں حضرت مرزا صاحب اپنا رؤیا شائع کر چکے تھے کہ گویا وہ اور مسیحؑ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ یعنی روحانیت میں ایک ہی ہیں اور اسکے علاوہ وہ الہامات بھی شائع کر چکے تھے جن میں آپ کو عیسیٰؑ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ رؤیا اور الہامات اس وقت شائع ہوئے جب ابھی مسیح موعودؑ کے دعوے کا نام و نشان بھی نہ تھا بلکہ مسیحؑ کی آمد ثانی کے معمولی مروجہ عقیدہ پر جو اہل اسلام کے اندر چلا آتا ہے وہ قائم تھے جیسا کہ خود اپنی کتاب براہین احمدیہ میں آپنے اسوقت لکھ بھی دیا۔ پس یہ تو صاف ثابت ہو گیا کہ یہ کوئی بناوٹ نہ تھی کہ کئی سال پہلے اسباب کو مدنظر رکھا کہ آئندہ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کریں گے ایسے رؤیا اور الہامات شائع کر دیئے جنسے آپ کا مسیحؑ کے ساتھ روحانی رنگ میں ایک ہونا اور مماثلت کا اس درجہ تک پہنچ جانا کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو عیسیٰؑ کے نام سے ہی پکارے ثابت ہو تا بعد میں مسیحؑ کی آمد ثانی کے معنے کرنے میں مدد ملے کیونکہ اگر ایسی بناوٹ ہوتی اور یہ محض افترا ہوتا تو کبھی ممکن نہ تھا کہ اسی کتاب میں مسیحؑ کی آمد ثانی کے مروجہ عقیدہ کو لکھ دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ واقعی آپ میں مسیحؑ اول سے وہ مماثلت پائی جاتی ہے جو بہرحال یوحناؑ اور الیاسؑ کی مماثلت سے بہت بڑھکر ہے۔ پس جب ایسی روحانی مماثلت اس درجہ تک موجود ہے تو اب مسیحؑ کی آمد ثانی سے آپکی آمد مراد ہونا کچھ بھی مستبعد نہیں ہے بلکہ یوحنا اور الیاسؑ کی نظیر کو مدنظر رکھکر اور مسیحؑ کے فیصلہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھکر یہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اس مسیحؑ ثانی کی آمد ہی مسیحؑ اول کی آمد ثانی ہے۔

مسیح کی آمد ثانی کے ان معنوں کے رو سے عیسائی مذہب کے بنیادی عقیدہ کی جڑھ کٹتی ہے۔ یعنی یسوع مسیح کے مردوں میں سے

جی اٹھنے کی۔ جسطرح یہودی اپنی آسمانی کتابوں کی بناپر یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ الیاسؑ آسمانپر گیا ہوا ہے اور وہ خود ہی دوبارہ نازل ہوگا اسی طرح عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح آسمانپر گیا ہوا ہے اور وہ خود ہی نازل ہوگا۔ مگر اس سے بڑھکر انکے عقیدہ کا جزو لازم یہ بھی ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مر گئے اور دفن کئے گئے اور تیسرے دن جی اٹھے۔ اب اگرچہ اناجیل سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت مسیحؑ نے جب الیاسؑ کی آمد ثانی سے مراد یوحنا کی آمد لی تو اس نے الیاسؑ کے آسمانپر چڑھ جانیکی کیا توجیہ کی۔ مگر سلسلہ احمدیہ نے اس حقیقت کو کھول کر دکھایا ہے جو مسیح کے آسمانپر چڑھ جانیکے قصہ کے نیچے پوشیدہ ہے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر مرے نہیں بلکہ صرف غشی ہوگئی تھی۔ اور انکو دفن نہیں کیا گیا بلکہ ایک بڑے وسیع کمرے میں جو چٹان کے ایک جانب تھا انکو آرام اور آسائش سے رکھا گیا۔ اور وہ مردوں سے نہیں جی اٹھے بلکہ غشی کی حالت سے ہوش میں آئے۔ اور وہ آسمانپر نہیں گئے بلکہ افغانستان اور کشمیر میں چلے آئے تھے تاکہ بنی اسرائیل کی باقی اقوام کو خدا کا پیغام پہنچائیں۔ اور کشمیر میں ہی سری نگر محلہ خان یار میں دفن کئے گئے جہاں انکی قبر آجتک موجود ہے۔ اور مختلف ناموں کے نیچے مشہور ہے۔ یعنی یوز آسف جو صریحًا عبرانی یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے۔ یعنی یسوع بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام کو اکٹھا کرنیوالا۔ شہزادہ نبی۔ جو حضرت مسیحؑ کا خاص خطاب ہے۔ نبی صاحب۔ عیسیٰ صاحب ان دعوؤں کی تائید میں حسب ذیل شہادت پیش کی جاتی ہے

اول۔ اناجیل کی شہادت۔ (۱) یسوع نے پیشگوئی کے طور پر اپنے آپ کو یونسؑ سے مشابہت دی (متی ۱۲ باب۔ ۳۹ و ۴۰ آیت۔ لوقا ۱۱ باب۔ ۲۹ و ۳۰ آیت) لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا بلکہ صرف مردہ سی حالت اسکی ہوگئی تھی۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئی کا منشا یہ تھا کہ وہ بھی اگرچہ کالمیت ہو جائیں گے مگر یونسؑ کی طرح زندہ ہی رہیں گے اور مرینگے نہیں۔ (۲) یسوع نے کہا کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں (متی ۱۵/۲۴) اور کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تا انکو جو کھوئی جاچکی ہیں تلاش کروں (لوقا ۱۹/۱۰) اب یہ یقینی امر ہے کہ ملک شام میں جو یہودی تھے وہ صرف بنی اسرائیل کی دو قومیں تھیں۔ اور باقی دس قومیں بہت عرصہ پہلے مشرق میں آباد ہو چکی تھیں۔ پس گم شدہ بھیڑوں کا لفظ جنکو تلاش کرنا ضروری تھا انپر بہ نسبت شامی اسرائیلیوں کے زیادہ صادق آتا ہے اور صلیب کے واقعہ کے بعد انہی کی طرف حضرت عیسیٰؑ چلے گئے۔ (۳) پیلاطوس کی بیوی کی خواب (متی ۲۷/۱۹) بھی یسوع کے بچ جانیکی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اگر منشاء الٰہی یسوع کو بچانیکا نہ ہوتا تو فرشتہ کیوں پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں ڈراتا کہ اسے یسوع کے بچانیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ (۴) بڑی زبردست شہادت یسوع کی وہ دعا ہے جو اس نے واقعہ صلیب سے پہلی رات مانگی۔ کیونکہ ایک پرہیزگار اور نیک آدمی کی دعا جو ایسے اضطرار اور مصیبت کی حالت میں کی جاوے کبھی رد نہیں ہو سکتی۔ پس خدائے تعالیٰ نے ضرور انکو وعدہ دیا ہوگا کہ میں تمہیں بچا لونگا اور معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے ایلی ایلی لما سبقتانی پکارا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا وہ وعدہ ہی پیش کر رہے تھے۔ عبرانیوں پانچ باب

ساتویں آیت نے اس دعا کے قبول ہو جانے اور مسیحؑ کے بچایا جانیکو ایسا قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ "اسنے اپنے مجسم ہونے کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں۔ اور اس کے تقوے کے سبب اسکی دعا سنی گئی"۔ (۵) یسوع صلیب پر بہت ہی تھوڑا وقت رہا۔ حالانکہ صلیب کی موت بہت آہستہ واقع ہوتی تھی اور کئی کئی دن تک لوگ صلیب پر زندہ رہ جاتے تھے۔ جن دو آدمیوں کو مسیح کے ساتھ صلیب پر چڑھایا گیا تھا وہ یقینی طور پر اسوقت تک زندہ تھے جب اُتارے گئے۔ (۶) دوسرے دو آدمیوں کی ٹانگیں محض اس لئے توڑی گئیں کہ تا موت کا تیقن ہو جاوے۔ مگر مسیحؑ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں۔ (۷) برچھے کو پہلو میں چبھونے سے خون نکلا جو صحیح علامت زندگی کی ہے۔ (۸) پیلاطوس کو بھی یقین نہیں آیا کہ مسیح اتنی جلدی مر گیا (مرقس ۱۵/۴۴) (۹) یسوع کو دوسرے مجرموں کی لاشوں کے ساتھ نہیں ملایا گیا اور نہ ہی جہاں وہ دفن ہوتے تھے اسے دفن کیا گیا بلکہ ایک فراخ کمرے میں بڑی آسائش کے ساتھ رکھا گیا (۱۰) تیسرے دن جب اس کمرے کو دیکھا گیا تو پتھر دروازے پر نہ تھا اگر یسوع خارق عادت طور پر جی اٹھا ہوتا تو پتھر کے دروازے سے ہٹانے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ یہ واقعہ صاف بتا رہا ہے۔ کہ خود مریدوں نے پتھر کو دروازے سے ہٹا کر اسے باہر نکالا۔ (۱۱) مریم نے جب اسے دیکھا تو اس نے خیال کیا کہ وہ باغبان ہے (یوحنا ۲۰/۱۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع نے باغبانوں کا بھیس بدل لیا تھا تاکہ کوئی اسے پہچان نہ سکے اگر مردوں سے جی اٹھا ہوتا تو بھیس بدلنے کی ضرورت کوئی نہ تھی۔ (۱۲) حواریوں سے جب اسکی ملاقات ہوئی تو اسی خاکی جسم کے ساتھ تھا جس میں گوشت اور ہڈیاں اور خون ہے اور زخم اتنے گہرے تھے کہ ان میں ہاتھ پڑ سکتا تھا۔ اور اسے بھوک بھی لگی اور جس طرح حواریوں نے کھانا کھایا اس نے بھی کھایا۔ (لوقا ۲۴ باب ۳۹-۴۳ آیت) (۱۳) یسوع نے دو مریدوں کے ساتھ گلیل کا سفر اختیار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یروشلم سے بھاگ کر گلیل کو چلا گیا بعینہٖ اسی طرح جس طرح کوئی اور انسان ایسے ہی حالات کے ماتحت چلا جاتا۔ اگر اسکا مقصد آسمان پر چڑھنے کا تھا تو گلیل کا سفر بے معنی تھا۔ گلیل کوئی ایسا اسٹیشن نہ تھا جہاں سے آسمان پر جانیکے لئے ٹکٹ ملتے ہوں۔ (۱۴) واقعہ صلیب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے آپ کو چھپانیکی کوشش کرتا رہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اندیشہ تھا کہ یہودیوں کو اصل حال معلوم نہ ہو جائے۔ مُردوں میں سے جی اٹھے ہوئے مسیح کو اپنے آپ کو چھپانے کی بجائے کھلے طور پر یہ معجزہ یہودیوں کو دکھانا چاہیئے تھا۔ پھر جہاں چاہتا چلا جاتا۔

دوئم۔ باقی شہادتیں جو پیش کیجاویں گی وہ تاریخی رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اور خصوصیت سے کسی ایک مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ان میں ایک مرہم عیسیٰ کی شہادت ہے۔ جس کے دوسرے نام مرہم حواریین اور مرہم رسل اور مرہم شلیخا بھی ہیں۔ اس مرہم کا ذکر طب کی اکثر کتابوں میں پایا جاتا ہے جنہیں سے بعض کی فہرست اسی رسالہ کی جلد ۲ نمبر ۱ میں دیگئی ہے یہ وہ مرہم ہے جس کے متعلق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ کے لئے تیار کی تھی۔ اور خود مختلف قسم کے ناموں سے بھی ظاہر ہے کہ اس مرہم سے حواریوں کا بھی ویسا ہی تعلق ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ کا۔ اس مرہم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ یہ زخموں کے اچھا کرنے میں بہت نافع ہے۔ چونکہ یہ

کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ صلیب کے علاوہ کوئی اور زخم بھی حضرت عیسیٰؑ کو لگے تھے۔ اس لئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ مرہم صلیب کے موقع کے ہی زخموں پر لگانے کے لئے تیار کی گئی تھی اور اسی کا اعجازی اثر تھا کہ اتنی تھوڑی دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلنے پھرنے کے اور گلیل تک کا لمبا سفر اختیار کرنیکے قابل ہو گئے۔

سوئم۔ سری نگر محلہ خان یار میں جو قبر ایک نبی کی ملی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ وہاں سے زندہ بچکر اس طرف آگئے اور یہیں فوت ہوکر دفن ہوئے۔ اس کے ثبوت میں حسب ذیل شہادتیں پیش کیجاتی ہیں۔ (۱) زبانی روایتیں جو نسلاً بعد نسل کشمیر کے لوگوں میں چلی آئی ہیں اور جنکے متعلق پانچسو آدمی کی دستخطی شہادت لی گئی ہے کہ واقعی یہ روایتیں قدیم سے چلی آتی ہیں۔ کہ قبر مذکور یوز آسف کی قبر ہے جو نبی بھی تھا اور شہزادہ بھی۔ جو کسی مغربی ملک سے قریب انیس سَو سال ہوئے کشمیر میں آیا تھا۔ اس قبر کو نبی صاحب یا عیسیٰؑ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ (۲) تاریخ اعظمی جو ایک تاریخی کتاب قریباً دو سَو سال کی ہے۔ اس کے صفحہ ۸۲ پر اس قبر کے متعلق یہ شہادت درج ہے۔ "سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہے وہ ایک شہزادہ تھا جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا وہ زہد تقویٰ اور عبادت میں کامل تھا خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا اور اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا اسکا نام یوز آسف تھا۔ بہت سے اہل کشف اور خصوصاً میرے مرشد نے شہادت دی ہے کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں۔" (۳) کتاب اکمال الدین میں جو قریباً ایک ہزار سال کی تحریر ہے صفحہ ۳۵۹ پر لکھا ہے "وہ (یوز آسف) بہت سے ملکوں اور شہروں میں پھرتا ہوا اس ملک میں آیا جسکا نام کشمیر ہے وہاں اس نے زندگی بسر کی اور وہاں ٹھہرا رہا یہانتک کہ موت کا وقت آگیا اور اس نے خاکی جسم کو چھوڑا اور نور کی طرف اسکا رفع ہوا۔ پھر یابد کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک مکان یعنی مقبرہ بنا۔" (۴) جوزف جیکبس جس نے یوز آسف کے قصوں کو جمع کرنے میں بہت محنت کی ہے۔ ایک بڑے پرانے قصے کے حوالے سے لکھتا ہے کہ یوز آسف اخیر میں کشمیر پہنچا اور وہاں ہی فوت ہوا۔ (۵) مندرجہ ذیل واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوز آسف یسوع ہی ہے۔ ا۔ یوز آسف کی قبر کو بعض لوگ عیسیٰؑ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں۔ ب۔ مسلمان اسکو نبی کہتے ہیں اس لئے یہ قبر کسی مسلمان ولی کی نہیں ہو سکتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں کوئی شخص نبی کے نام سے مشہور نہیں ہوا۔ لفظ نبی یا عبرانی میں ہے یا عربی میں۔ لیکن چونکہ کوئی نبی عربی سوائے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوا اس لئے ضرور ہے کہ یہ کسی عبرانی نبی کی قبر ہو۔ ج جو زمانہ یوز آسف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ د۔ یوزؔ اور یسوؔع اسقدر ایک دوسرے سے ملتے جلتے نام ہیں کہ ایک شخص بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ یسوع ادنیٰ تصرف سے یوز بن گیا۔ ۵۔ بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف ایک اسرائیلی تھا جو ملک شام سے بھاگ کر آیا تھا۔ اب چونکہ وہ نبی ہے اور کسی نبی کے واقعات زندگی ایسے نہیں ہیں جو ہم اسکی طرف ملک شام سے بھاگنا منسوب کر سکیں سوائے مسیحؑ کے۔ اور پھر جب زمانہ بھی وہی ہے

تو یہ نتیجہ اور بھی یقینی ہو جاتا ہے۔ و۔ صرف نبی ہی نہیں بلکہ یوز آسف شہزادہ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے اور یہ واقعہ اسکو صاف طور پر یسوع ثابت کرتا ہے۔ ز۔ یوز آسف کی تعلیم یسوع کی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے یہانتک کہ بعض تمثیلیں بالکل مطابق ہیں۔ مندرجہ ذیل تمثیل کا جو یوز آسف کی تعلیم میں پائی جاتی ہے یسوع کی بیان کردہ تمثیل سے جو متی ۱۳/۳ مرقس ۴/۳ لوقا ۸/۵ میں پائی جاتی ہے مقابلہ کرو۔ "جب کسان بیج بوتا ہے تو کچھ دانے راستے پر گرتے ہیں جن کو پرندے چگ جاتے ہیں کچھ پتھریلی زمین میں گرتے ہیں اور جب انکی جڑھیں پتھر کی سطح تک پہنچتی ہیں تو وہ سوکھ جاتے ہیں بعض دانے کانٹوں میں گرتے ہیں۔ اور بعض دانے اچھی زمین میں گرتے ہیں اور اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں مگر وہ اگتے ہیں اور بڑھتے ہیں اور پھل لاتے ہیں۔ کسان سے مراد حکیم ہے اور بیج سے اسکے کلمات حکمت۔ جو دانے راستے پر گرتے ہیں انکی مثال ان حکمت کی باتوں کی طرح ہے جو ایک کان میں آتی ہیں اور دوسرے سے نکل جاتی ہیں۔ جو دانے پتھریلی زمین میں گرتے ہیں وہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو دل میں نہیں بیٹھتیں۔ جو دانے کانٹوں پر گرتے ہیں ان سے مراد وہ کلمات حکمت ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کو اس کی شہوات روکتی ہیں۔ جو دانے اچھی زمین میں گرتے ہیں ان کی مثال ان حکمت کے کلموں کی طرح ہے جو دل میں جڑھ پکڑتے ہیں اور اپنا پھل لاتے ہیں اور انسان انپر عمل کرنے سے نیک چلن انسان بنتا ہے۔" ح اس سے بھی بڑھکر یہ بات حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ یوز آسف اپنی کتاب کا نام بشریٰ رکھتا ہے جو بعینہ انجیل ہے جیسا کہ اکمال الدین کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے: "حتّٰی بلغ فضاء واسعا فرفع راسہٗ فرای شجرۃ عظیمۃ علیٰ عین ماء احسن مایکون من الشجر واکثرھا فرعا وغصنا واملاھا ثمرا وقد اجتمع الیہ من الطیر مالا یعد کثرۃ۔ فسرّ بذلک المنظر و فرح بہٖ و تقدم الیہ حتّٰی دنیٰ منہ وجعل یعتبرہٗ ویفسرہٗ الشجرۃ بالبشریٰ التی دعا الیھا وعین الماء بالحکمۃ والعلم والطیر بالناس الذین یجتمعون الیہ ویقبلون منہ الدین۔" ترجمہ۔ یہانتک کہ وہ یعنی یوز آسف ایک وسیع میدان میں پہنچا۔ اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ بڑا درخت ایک چشمہ کے کنارہ پر کھڑا ہے نہایت ہی خوبصورت بہت شاخوں اور ٹہنیوں والا نہایت میٹھے پھل والا اور اسپر بے شمار پرند جمع ہیں پس وہ اس نظارہ سے نہایت خوش ہوئے۔ اور اس درخت کی طرف بڑھے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچے اور اسکی تعبیر کرنے لگے۔ درخت کو انہوں نے اس بشریٰ سے مشابہت دی جسکی طرف وہ لوگوں کو بلاتے تھے۔ اور چشمۂ آب کو علم و حکمت سے مشابہت دی اور پرندوں کو ان لوگوں سے جو آپکے پاس جمع ہوتے اور آپ کا دین قبول کرتے۔" یہاں لفظ بشریٰ جو انجیل کا مرادف ہے یوز آسف کی کتاب کے لئے استعمال ہوا ہے جس سے صاحب کتاب کا صاف نشان ملتا ہے۔ طؔ۔ یوز آسف کی کتاب کا ترجمہ بہت عرصے سے یورپ کی قریباً کل زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اور عیسائی دنیا اسے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے یہانتک کہ ایک گرجا بھی اسکے نام پر سسلی میں بنایا گیا ہے۔ اس عزت سے جو عیسائیوں نے یوز آسف کو دی ہے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ اگر انہوں نے یوزآسف اور یسوع کو ایک ہی نہیں سمجھا تو کم از کم یوزآسف کو یسوع کے حواریوں میں سے سمجھا ہے کیونکہ زمانہ یوزآسف اور یسوع کا ایک ہی ہے اسبات کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمے ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کونسا حواری حضرت مسیحؑ کا یوزآسف کہلاتا تھا اور پھر نبی اور شہزادہ بھی اس کے لقب تھے۔ ی۔ عیسائی محققوں نے یہ کوشش کی ہے کہ یوزآسف کو بدھ ثابت کریں۔ چنانچہ ایک تازہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ یوزآسف بودی سنوا سے بگڑا ہوا ہے جو بدھ کا نام ہے۔ لیکن محض امکان کہ ایک لفظ سے بگڑ کر دوسرا لفظ بن سکتا ہے ثبوت کا قائم مقام نہیں ہے۔ اور جبکہ یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ بدھ سری نگر کشمیر میں دفن نہیں بلکہ یہ کوئی اور شخص ہے جو بدھ سے الگ ہے تو لازماً اسے یسوع ماننا پڑے گا۔

چہارم۔ جس مسیحؑ کا اسرائیلیوں کو وعدہ دیا گیا تھا وہ کل اقوام بنی اسرائیل کے لئے مسیح ہوکر آنیوالا تھا۔ نہ ایک یا دو قوموں کی طرف۔ مگر یہ یقینی امر ہے کہ بنی اسرائیل کی بارہ اقوام میں سے دس قومیں حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے بہت مدت پہلے مشرق میں آباد ہو چلی تھیں پس مسیحؑ اپنی قوم کا مبلغ کبھی نہیں ہو سکتا تھا جبتک کہ وہ ان دس قوموں کی طرف نہ آتا۔ مندرجہ ذیل شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل کی دس اقوام میں سے ہیں۔ (۱) افغان بالاتفاق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی نسل سے ہیں۔ یہ بات حقیقت سے خالی نہیں ہو سکتی کیونکہ مذہبی طور پر افغانوں کو یہود سے سخت نفرت ہے پس اگر وہ واقعی بنی اسرائیل کی نسل سے نہ ہوتے تو ہرگز اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب نہ کرتے۔ انکے پاس نسب نامے بھی موجود ہیں جن میں سلسلہ نسل اسرائیل سے جا ملتا ہے۔ اور یہ افغانوں کا نیا دعویٰ نہیں بلکہ قدیم سے وہ یہی دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں۔ (۲) ظاہری خط و خال میں افغان اور کشمیری ان لوگوں سے نہیں ملتے جو انکے پڑوس میں ہیں مگر یہودیوں سے انکو ایسی مناسبت ہے کہ ایک شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔ (۳) لباس میں۔ رسم و رواج میں۔ اخلاق اور اطوار میں بھی ایسی ہی مشابہت افغانوں اور کشمیریوں کی یہودیوں سے پائی جاتی ہے۔ (۴) افغانوں کے بعض قبائل کے نام اور کشمیر کے بعض مقامات کے نام صاف بتاتے ہیں کہ وہ اسرائیلی نام ہیں۔ (۵) افغانستان اور کشمیر میں بہت سے ایسے شہر ہیں جنکے نام یہودیوں کے قدیم وطن کے شہروں اور قصبوں کے ناموں سے ملتے ہیں۔ اس میں ہمیں انسانی طبیعت کا یہ میلان نظر آتا ہے کہ جب وہ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کو جا آباد کرتے ہیں تو اپنے شہروں وغیرہ کے نام وہاں بھی رکھ لیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ناموں کا مقابلہ صاف بتاتا ہے کہ یہ اتفاقی بات نہیں۔ مثلاً کابل۔ پونچھ۔ زیدا۔ حمس۔ گلگت۔ تبت۔ لاسہ لداخ۔ لیہ۔ سورو۔ سلیت کا مقابلہ قدیم شام کے ان ناموں سے کرو۔ کابل فونیشیا۔ زیدان۔ حمس۔ گلگوتھا۔ تبتھ۔ لاشا۔ لادح۔ سیجی۔ شور۔ سکوتھ۔ (۶) بڑے بڑے مشہور سیاحوں نے یہ شہادت دی ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

دوسرا پہلو دعوے مسیحیت کا متعلق بہ اسلام ہے۔ اسلامی رنگ میں سلسلہ احمدیہ مسیح موعودؑ کے آنے کو اس طرز پر مانتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے اسرائیلی شریعت کی بنیاد حضرت موسیٰؑ کے ساتھ رکھی۔ اور پھر اس موسوی سلسلہ کا خاتمہ اسکے

اخیر میں ایک مسیح بھیجا گیا۔ پس اس موسوی سلسلہ میں اول سلسلہ حضرت موسیٰؑ اور آخر سلسلہ حضرت عیسیٰؑ تھے۔ پھر خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ بھی وعدہ دیا تھا کہ میں تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی اٹھاؤں گا۔ استثنار ۱۸-۱۸۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے زمانہ نبوی میں یہ فرمایا کہ ہم نے تجھے موسیٰ کی مثل بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ سورۃ مزمل کی آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اسپر شاہد ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی وعدہ دیا گیا کہ اُمت محمدیہ میں خلفاء قائم کئے جائیں گے مثل ان خلفاء کے جو امت موسویہ میں بنائے گئے۔ جیسا کہ آیت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم (سورۃ نور) اس پر شاہد ہے۔ پس جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے اول یعنی حضرت موسیٰؑ کا مثیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا گیا تھا۔ ایسا ہی مطابق وعدہ سورہ نور کے یہ ضروری تھا کہ خاتم سلسلۂ موسویہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا مثیل سلسلۂ محمدیہ کے اخیر پر مبعوث کیا جاتا یعنی جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا خاتم الخلفا ایک مسیح تھا ویسا ہی ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفا ایک مسیح بھیجا جاتا۔

بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس وعدہ کے مطابق دنیا میں بھیجا گیا ہے اور حدیثوں میں جو مسیح ابن مریم کے آنیکا وعدہ ہے وہ بھی قرآن شریف کے اسی وعدہ کے مطابق ہے ورنہ حدیث قرآن شریف کے خلاف ہوگی کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ تم میں سے ہی خلیفے پیدا ہوں گے جس وعدہ کے لحاظ سے ضروری ہوا کہ باہر سے کوئی خلیفہ نہ آئے۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کی تکذیب ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل امور سے اس مماثلت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ (۱) یہودی ایک ایسے مسیح کے منتظر تھے جو دنیوی شان وشوکت والا ہو اور زمینی سلطنت یہود کی قائم کرے جسکا غلبہ کل دنیا پر ہو۔ بعینہٖ اسی طرح مسلمان ایک ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو ظاہری شان وشوکت والا ہو اور اسلام کی سلطنت کل دنیا پر قائم کرے۔ (۲) جسطرح یہ یہودیوں کے لئے ایک ایسا مسیح بھیجا گیا جس نے انکی ظاہری شان وشوکت کی کل امیدوں کو خاک میں ملا دیا ایسا ہی مسلمانوں میں ایک ایسا مسیح بھیجا گیا جو صلح کا پیغام لیکر آیا ہے۔ اور ظاہری جنگ وجدال سے متنفر ہے اور مسیح ابن مریم کی طرح صلح اور آشتی سے دنیا میں اپنا پیغام پھیلانا چاہتا ہے۔ اور دلائل اور نشانوں سے وہ کام لے رہا ہے جس کو مسلمان اپنی غلطی سے یہودیوں کی طرح تلوار سے لینا چاہتے ہیں۔ (۳) حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے وقت یہودی بہت سے فرقوں میں منقسم ہو رہے تھے ایسا ہی حال مسلمانوں کا اسلامی مسیحؑ کے آنیکے وقت ہے۔ (۴) اُس ملک میں جہاں اسرائیلی مسیح ظاہر ہوا اسرائیلیوں کی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ بطور رعایا کے تھے۔ ایسا ہی اس ملک ہند میں جہاں اسلامی مسیح ظاہر ہوا ہے اسلامیوں کی سلطنت جاتی رہی ہے اور وہ بطور رعایا کے بنتے ہیں۔ (۵) خود وہ گورنمنٹیں جن کے نیچے یہ دونوں مسیح اپنے اپنے زمانوں میں پیدا ہوئے آپس میں مشابہت رکھتی ہیں اور رومی اور انگریزی گورنمنٹ کی مشابہت کو عیسائی صاحبان نے بھی بارہا تسلیم کیا ہے۔ (۶) جیسا کہ یہودی مسیح اسرائیلی کے آنیکے وقت راستبازی اور نیکی کے طریقوں کو چھوڑ چکے تھے یہی حال اسلامی مسیحؑ کے آنیکے وقت مسلمانوں کا ہے (۷) جب یہودیوں نے

اپنے مسیح کو سخت ایذائیں پہنچائیں تو ان پر طاعون بھیجی گئی۔ ایسا ہی اس ملک میں بھی مسیح کے ایذا دیئے جانے پر خدا نے طاعون کا خطرناک عذاب بھیجا ہے۔ (۸) جیسا کہ یہودیوں نے اپنے مسیح کو عدالتوں میں گھسیٹا اور عدالتوں کے ذریعہ مروا ڈالنا چاہا ایسا ہی یہاں بھی ہوا یعنی اسلامی مسیح پر اقدام قتل کا مقدمہ قائم کیا گیا جس میں قوموں نے اتفاق کرکے اسے ہلاک کرنا چاہا۔ اور جیسے بڑے بڑے یہودی علما مسیح اسرائیلی کے خلاف گواہی دینے کے لئے آئے تھے۔ یہاں بھی ایک جبہ پوشوں کا سردار مسیح کے خلاف گواہی دینے کے لئے عدالت میں آیا۔ (۹) یسوع مسیح اگرچہ آخری نبی سلسلہ موسویہ کے تھے مگر چونکہ انکا والد بنی اسرائیل میں سے کوئی انسان نہ تھا اس لئے انہیں صحیح معنوں میں اسرائیلی نہیں کہہ سکتے۔ ایسا ہی موجودہ مدعی مسیحیت کا بھی اگرچہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خلیفہ ہے مگر وہ قریش میں سے نہیں۔ ہاں جیسا کہ مسیح اول صرف ماں کی طرف سے اسرائیلیوں میں سے تھا ایسا ہی مسیح ثانی کی بھی بعض دادیاں سیدوں میں سے تھیں۔

یہاں آکر پھر وہی بحث پیش آتی ہے جو عیسائیوں کے ساتھ پیش آئی تھی یعنی عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی تک زندہ آسمان پر اسی جسد عنصری سے بیٹھے ہیں مگر سلسلہ احمدیہ انکے خلاف یہ کہتا ہے کہ انکی زندگی اسی قسم کی ہے جیسے دوسرے تمام انبیاءؑ کی۔ اور انکا جسد عنصری اسی خاک میں دبا ہوا ہے۔ علاوہ ان ثبوتوں کے جو اوپر گذر چکے ہیں قرآن شریف اور حدیث سے بھی سلسلہ احمدیہ مسیحؑ کی موت کا ثبوت پیش کرتا ہے قرآن شریف کی تیس آیات ازالہ اوہام میں بانی سلسلہ نے ابتدائے دعویٰ میں پیش کی تھیں مگر ان سب کا حوالہ بہت طوالت کو چاہتا ہے۔ صرف ایک آیت سورۃ مائدہ کی ہی اس ثبوت کے لئے کافی ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ اول توفی کے معنے مع جسد عنصری آسمان پر لیجانے نہ قرآن شریف میں نہ حدیث میں نہ لغت میں نہ عربی علم ادب میں کہیں نہیں آئے اور بفرض محال اگر یہ معنے مان بھی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ اے خدا جب تو نے مجھے مع جسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا تو پھر تو ہی میری امت کا نگہبان رہا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کبھی فوت ہی نہ ہوں کیونکہ قیامت کے دن بھی وہ اپنی موت کا ذکر نہیں کریں گے بلکہ جسد عنصری کے ساتھ اٹھایا جانے کا ذکر کریں گے۔ اور اگر توفیتنی کے وہ معنے لئے جائیں جو لغت اور ادب عرب میں لئے گئے ہیں۔ تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انکے فوت ہونیکے بعد انکی امت بگڑی۔ پس اگر وہ اب تک فوت نہیں ہوئے تو ماننا پڑیگا کہ انکی امت بھی نہیں بگڑی۔ اور علاوہ ازیں انکی آمد ثانی بھی باطل ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ اگر آمد ثانی میں انہوں نے کچھ کاروائی کی ہوتی تو بطرح آمد اول کے ذکر میں یہ کہا تھا کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم اسی طرح آمد ثانی کا بھی کچھ ذکر فرماتے کہ میں نے دوبارہ جاکر یہ یہ اصلاح کی نہ کہ اپنی بیخبری ظاہر کرتے کہ مجھے کچھ پتہ ہی نہیں کہ کیا ہوا۔ ایسا ہی احادیث بھی بہت سی پیش کی گئی ہیں مثلاً حدیث معراج جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰؑ کو ان انبیاء میں دیکھا جو اس جہان سے گذر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو

ان میں نہ مل سکتے تھے۔ ایسا ہی ایک حدیث میں انکی عمر ایک سو بیس سال کی بیان کی گئی ہے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سری نگر محلہ خان یار والی قبر میں وہی سوئے ہوئے ہیں کیونکہ یوز آسف کی عمر بھی ایک سو بیس سال کی ہی بیان کی جاتی ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں سے ایسی آیتیں بھی پیش کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر کی طرف آئے۔ جیسا کہ آیت وآویناھما الی ربوة ذات قرار ومعین۔ لفظ اوی کے معنے ہیں کسی بڑی مصیبت کے بعد پناہ دینا۔ سو بڑی مصیبت جو حضرت عیسیٰؑ کو اپنی عمر میں ملک شام میں پیش آئی وہ صلیب کی ہی مصیبت تھی۔ اور پھر جس ملک میں پناہ دینے کا ذکر کیا گیا ہے وہ بعینہ نقشہ کشمیر کا ہے۔

وہ ثبوت جو اس دعوے کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت میرزا غلام احمدؐ صاحب مسیح موعودؑ ہیں حسب ذیل ہے۔

اول ثبوت وفات مسیح جس پر مختصر بحث اوپر گذر چکی ہے۔

دوئم مماثلت سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔

سوئم مماثلت درمیان حضرت میرزا غلام احمد صاحب و حضرت عیسیٰؑ۔ یہ بھی بیان ہو چکی ہے۔

چہارم مماثلت درمیان آدمؑ اول اور آدمؑ ثانی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت آدمؑ جمعہ کے دن پیدا کئے گئے جو چھٹے دن کی آخری ساعت تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے پس ضروری تھا کہ مسیح موعودؑ حضرت آدمؑ سے چھٹے ہزار کے اخیر پر پیدا ہوتا مگر چھ ہزار سال ختم ہو کر ساتواں ہزار شروع ہو گیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ مسیح موعودؑ پیدا ہو چکا ہو پس جو شخص دعویٰ مسیح موعودؑ ہونیکا کرتا ہے وہی مسیح موعودؑ ہے۔

پنجم۔ ساتواں ہزار شیطان کی مغلوبیت اور حق کی فتح کا ہزار سال ہے۔ جیسا کہ چھٹا ہزار سال شیطان کے غلبہ اور دجال کی کارروائیوں کا وقت تھا۔ پس ساتویں ہزار سال کے شروع ہوتے ہی مسیح موعودؑ کی کارروائی کا شروع ہو جانا بھی ضروری ہے۔

ششم۔ مسیح موعودؑ کی آمد کے کل نشانات پورے ہو چکے ہیں۔ اور مسلمان اور عیسائی دونوں عین اسی وقت اس کی آمد کے سخت انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ بلکہ عیسائیوں میں سے تو بہت لوگ یہ بھی پکار اٹھے ہیں کہ مسیحؑ کے ظہور کا وقت گذر گیا۔ عیسائیوں کی کتب کے بموجب مسیح کی آمد کے بڑے نشان طاعون اور زلزلے ہیں۔ سو یہ دونوں محتاج بیان نہیں۔ ایک اس اپریل کے ہی مہینہ میں تین ایسی خطرناک تباہیاں دنیا میں آچکی ہیں جن کا ذکر سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ویسو وی اس کا پھٹنا۔ فارموسا کی تباہی اور سان فرانسسکو کے عیاش شہر کا ہولناک عذاب جہاں اسی دنیا میں ایک جہنم کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اسی طرح اپریل گذشتہ کا ہولناک زلزلہ۔ زلزلوں کی کثرت اور تباہی کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ اور پھر ان زلزلوں اور طاعون کی نسبت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

پیشگوئیاں موجود ہیں جن کے مطابق یہ سب عذاب الٰہی نازل ہو رہا ہے۔ اسلامی پیشگوئیوں کے مطابق نہایت صاف نشان اور امتیازی نشان مسیح موعودؑ کی آمد کا ماہ رمضان میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف خاص تاریخوں میں تھا جو ۱۸۹۴ء میں پورا ہو چکا اس نشان کا ذکر قرآن شریف اور حدیث میں دونوں جگہ موجود ہے۔ ایسا ہی طاعون کا ظاہر ہونا۔ صلیبی مذہب کا غلبہ۔ ستارہ ذوالسنین کا نکلنا۔ اونٹوں کا بیکار ہو جانا اور ایک نئی سواری کا نکل آنا سب نشانات پورے ہو چکے ہیں۔

ہفتم۔ اولیائے امت محمدیہ کا عموماً اسی بات پر اتفاق رہا ہے کہ چودھویں صدی ہجری کے سر پر✤ مسیح موعودؑ ظاہر ہوگا۔ اور اس زمانے میں بھی بہت سے اولیاء اللہ نے یہ شہادت دی ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ ہی مسیح موعودؑ ہیں۔

ہشتم۔ اگر کسی مذہبی مصلح کی ضرورت ہے تو اسی وقت ہے جب کہ فتن کا سیل ہر طرف سے جوش میں ہے۔ خدا کے نبی ہمیشہ سخت ضرورت کے وقت آتے ہیں۔ موجودہ زمانہ کی ضرورت مصلح کو چاہتی ہے۔

نہم۔ انبیاءؑ کے دعوے کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ آسمان سے انکی تائید میں طرح طرح کے نشان ظاہر فرماتا رہا ہے ایسی ہی نشانات جو قطعی ثبوت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں سلسلہ احمدیہ کے لئے ظاہر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا۔ غیب کی خبروں کا جو انسانی طاقت میں نہیں آپ کی وحی کے ذریعہ ظاہر ہونا۔ آپ کی دعاؤں کا سنا جانا۔ اور قبل از وقوع امر قبولیت کی اطلاع ملنا۔ عربی زبان میں اس قدرت کا حاصل ہو جانا کہ مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ جماعت کی تعداد میں خارق عادت ترقی ہونا۔ جماعت پر تعلیم کا نیک اور پاکیزہ اثر۔ الٰہی تائید اور حفاظت جو سلسلہ اور اس کے بانی کے شامل حال ہے۔ مخالفوں کی ناکامیاں اور نامرادیاں اور سلسلہ کی کامیابی۔ زمین اور آسمان کے نشانات اور بہت سے اور نشان جنکی تفصیل نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے چند نشانوں کا ذکر کتاب تریاق القلوب میں ہے اور بعض کا ذکر نزول المسیح میں ہے جو زیر طبع ہے۔

سلسلہ احمدیہ کا اہم مقصد اور اس مشن کی اصل غرض دنیا میں یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ پر ایمان کو از سر نو زندہ اور تازہ کر کے انسان کو پاکیزگی کی راہوں پر چلاوے اور گناہ سے نجات پانے کی راہ بتاوے۔ اس سلسلہ کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف اسی میں شامل ہو کر انسان ان راہوں کو پا سکتا ہے۔ اور اس دعوے کی تشریح یوں کیجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان صرف مونہہ کی ایک بات ہے۔ جب تک کہ دل اس صداقت کے یقین سے بھرا ہوا نہ ہو جس کا اقرار مونہہ سے کیا جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قدرت کے ملاحظہ سے بھی دلائل پیدا ہوتے ہیں مگر یہ دلائل صرف اس منطقی نتیجہ تک انسان کو پہنچا سکتے ہیں کہ خدا ہونا چاہیئے۔ مگر اس خدا کو پہچاننا اور یقین سے جان لینا کہ واقعی وہ ہے بھی یہ ایک بالکل الگ امر ہے اور اس کا حصول صرف اسی طرح سے ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کے خارق عادت

✤ حدیث نبوی کی رو سے بھی ضروری ہے کہ مسیح موعودؑ صدی کے سر پر پیدا ہو۔ منہ

نمونے دیکھے جاویں جنکا اظہار صرف انبیاء و رسل کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اور قدیم سے یہی سنت الٰہی چلی آئی ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے اوقات میں جب زندہ ایمان لوگوں کے دلوں سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی عظیم الشان قدرتوں کا اظہار بذریعہ خارق عادت نشانوں کے کرکے اپنی ہستی کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جس سے انکی زندگی میں ایک پاک تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ایسی ہی ضرورت اس زمانہ میں ہے کیونکہ گذشتہ انبیاء کے نشان بطور قصوں کے ہوگئے ہیں۔ اور ایسے دلوں کے اندر وہ زندہ اور قوی ایمان پیدا نہیں ہوتا جو گناہ سوز ایمان کہلا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاقی حالتیں اس درجہ تک گر گئی ہیں اور روحانیت سے لوگ بے بہرہ ہوگئے ہیں اس لئے اس وقت میں خدائے تعالیٰ نے اپنا ایک مرسل بھیجا اور وہ وہی مرسل ہے جس کا اخیر زمانہ میں آنیکا ابتدا سے وعدہ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ جس نے وعدہ دیا تھا وہ اس بات کو جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک مرسل کی ضرورت ہوگی۔ پس اسی وعدہ اور ضرورت کے مطابق ایمان اور مذہب کو زندہ کرنیکے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مامور کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ اسکی ہستی کا یقین وہ دلوں میں پیدا کرے اور انکو خدا کی قدرتوں کے وہ نمونے دکھاوے جو اسے پہلے انبیاء کے وقتوں میں لوگوں نے دیکھے۔ کیونکہ جبتک ایسا زندہ ایمان دل میں پیدا نہ ہو گناہ کی غلامی سے انسان نجات نہیں پا سکتا۔ یقین کے بغیر انسان گناہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ اور خدائے تعالیٰ کی قدرت اور علم کی تازہ بتازہ تجلیات کے مشاہدہ کے بغیر یقین کا پیدا ہونا ناممکن ہے اور تازہ نشان خدا کی قدرت کے بغیر وساطت مامور من اللہ و نبی کے ظاہر نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی ایک مرسل جسکے ذریعہ سے دلوں میں نور ایمان پیدا ہوتا ہے بانی سلسلہ احمدیہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ انکے پیچھے چلتے ہیں وہ حسب استعداد بتدریج طہارت اور پاکیزگی اور تعلق باللہ میں ترقی کرتے ہیں۔ ان معنوں میں یہ سلسلہ ہی ایک سلسلہ ہے جو دنیا میں مذہب کو زندہ کرنیوالا ہے۔

اسی مقصد کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ اس غرض کو پورا کرنا چاہتا ہے جو قرآن شریف میں مسیح موعود کے آنیکی اصل غرض بتائی گئی ہے یعنی دین اسلام کو کل دینوں پر غالب کرنا۔ دوسرے مسلمان بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کے آنیکی غرض یہی ہے مگر انکے نزدیک اسلام کا غلبہ ایمان کے زندہ کرنے اور دلائل اور نشانات سے نہیں ہوگا بلکہ مسیح ان لوگوں کو جو اسلام قبول کرنے سے انکار کریں گے قتل کریگا۔ گویا باکراہ لوگوں کو دین میں داخل کریگا حالانکہ قرآن شریف فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین۔ یہ بڑی بھاری غلطی ہے دین کا غلبہ تلوار کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا کیونکہ تلوار تو جسموں پر حکومت کرتی ہے نہ دلوں پر۔ مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دلپر اثر صداقت اسی وقت ہوگا جب براہین اور نشانات سے صداقت چمک اٹھے۔ اسی غلبہ اسلام کے متعلق جس کو مسیح کی آمد کی غرض ٹھہرایا گیا ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اس آیت کے متعلق یہ مانا گیا ہے کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔ چنانچہ جو جوش سلسلہ احمدیہ میں اشاعت دین اسلام کے لئے ہے اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں کہیں نہیں ملتی۔ اور یہ

جوش انکا باتوں تک ہی محدود نہیں بلکہ عملی طور پر ایسی کارروائیاں کی گئی ہیں جنکو سوائے اس سلسلہ کے اور کسی نے نہیں کیا۔
حدیث میں کسر صلیب کو بھی مسیح کے آنیکی بڑی غرض قرار دیا گیا ہے۔ مگر اس کے وہ معنے نہیں جو عام مسلمان سمجھتے ہیں یعنی یہ کہ مسیح واقع میں صلیبوں کو توڑتا پھریگا۔ بلکہ اس سے مراد ہے ایسا حربہ کاری صلیبی مذہب پر چلانا جو اس مذہب کو نیست و نابود کردے۔ اس غرض کو سلسلہ احمدیہ نے پورا کر دیا ہے کیونکہ حضرت مسیح کی قبر جو بمقام سری نگر کشمیر دریافت ہوگئی ہے وہ عیسائی مذہب کی بنیادوں کو اکھیڑنے والی ہے۔ اور اس ایک ہی انکشاف سے عیسائی مذہب کا سارا تار و پود بگڑ جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں اسکو کسر صلیب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یعنی ایسا امر جس سے صلیب یکمرتبہ ہی ٹوٹ جائے۔

بہت سے عقائد مسلمانوں نے غلطی سے اسلام میں داخل کر دیئے ہیں جو اصل تعلیم اسلام کے خلاف ہیں۔ سلسلہ احمدیہ ایسے تمام عقائد کو رد کرتا ہے بڑے بڑے امور جن میں اس سلسلہ کا اختلاف دیگر مسلمانوں سے ہے حسب ذیل ہیں۔

اول۔ سب سے بڑا اور اہم اختلاف سلسلہ احمدیہ کا دوسرے اسلامی فرقوں سے یہ ہے کہ اس سلسلہ کے نزدیک اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے بالفاظ دیگر یہ معنے ہیں کہ اسلام میں وحی اور کشف کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور ایک سچا مسلمان ان نشانوں کو مشاہدہ کرتا ہے جو خدا کی ہستی پر ایک خارق عادت یقین اس کے اندر پیدا کرتے ہیں۔ موجودہ اسلامی عقیدہ جس پر اکثر مسلمان اس زمانہ میں قائم ہوگئے ہیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الٰہی ہمیشہ کے لئے منقطع ہوگئی ہے۔ اسی کے قریب قریب دوسرے مذاہب کا خیال بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے نزدیک اسکی آسمانی کتاب کے بعد الہام الٰہی پر مُہر لگ گئی ہے۔ اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے سلسلہ احمدیہ اپنے عقیدہ کی تائید میں تین قسم کے دلائل پیش کرتا ہے۔ (۱) قرآن شریف کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی الٰہی منقطع نہیں ہوئی اور اس انعام کا دروازہ اگرچہ دوسری امتوں پر بند ہو چکا ہے مگر سچے مسلمانوں کے اسکا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ قرآن شریف نے یہانتک اس بات پر زور دیا ہے کہ سورہ فاتحہ میں جو خلاصہ قرآن شریف ہے اس امر کو بیان فرمایا ہے جہاں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ اب جس صورت میں خود خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو اس دعا کی تعلیم دیتا ہے کہ وہ منعم علیہم کی راہ پر چلنے کے لئے دعا مانگا کریں تو صاف ظاہر ہے کہ الٰہی منشاء یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کو منعم علیہم والے انعام بھی دیئے جاویں۔ ورنہ اس دعا کا سکھلانا بے سود تھا حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے مثلاً ایک اسی حدیث کو لے لو جو ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے آنیکا وعدہ دیتی ہے۔ کیونکہ جو شخص تجدید دین کے لئے مامور ہوگا وہ بغیر مکالمہ الٰہی کے مامور نہیں ہو سکتا۔ (۲) عقلی دلائل بھی اسی کے موید ہیں۔ کہ اگر مکالمہ الٰہی کا انعام پہلے زمانوں میں خدا کے برگزیدوں کو ملتا تھا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے وہ راہ بند کر دی ہو۔ سب مذاہب کی یہ تعلیم ہے

کہ خدا انکے کاموں کو دیکھتا اور انکی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور ہر ایک مذہب نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی وقت وہ بولتا بھی تھا۔ اور اپنے کلام سے نیک لوگوں کو مشرف کرتا تھا۔ اور ایک وقت تک ایسا ہی کرتا رہا۔ مثلاً ہندوؤں کے نزدیک اس دور دنیا کے آغاز میں اس نے کلام کی اور پھر نہیں کی۔ یہودیوں کے نزدیک بنی اسرائیل کے انبیاءؑ سے وہ ہمیشہ کلام کرتا رہا۔ عیسائیوں کے نزدیک حواریوں کے زمانہ تک وہ کلام کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم کے وقت تک۔ پس اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ مثل زمانہ سابق کے دیکھتا اور سنتا اب بھی ہے تو بولنے سے کیوں بند ہو گیا۔ خدا کے صفات ازلی ابدی ہیں اور جبکہ اس کے دوسرے صفات سمع بصر وغیرہ بیکار نہیں ہوئے اور نہ کبھی ہوں گے تو ایسا ہی اس کی صفت کلام بھی نہ کبھی بیکار ہوئی اور نہ ہو گی۔ ہاں جیسے وہ پہلے اپنے برگزیدوں سے کلام کرتا تھا ایسا ہی اب بھی وہ کلام کرتا ہے مگر اسی سے جسکو اس نے چن لیا ہے اور اس کا کلام اسطرح پہچانا جاتا ہے کہ اس میں غیب کی مخفی اور باریک باتیں جن کا جاننا انسان کی طاقت میں نہیں ظاہر کیجاتی ہیں۔

(۳) اسلام کے اندر ایک ایسے شخص کا موجود ہونا جس کا کلام الٰہی سے مشرف ہونا ان تمام نشانات سے ثابت ہے جو دوسرے انبیاءؑ کے کلام الٰہی میں پائے جاتے ہیں صاف ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ جس مذہب میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنے پیرووں کو تعلق باللہ کے اس مقام تک پہنچا سکے کہ وہ مخاطبہ مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوں اس مذہب کی انسانوں کو کوئی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ انسان کو ترقی کے مراتب طے کرانیکی قابلیت نہیں رکھتا ایسے مذہب کا زندہ مذہب ہونیکا دعویٰ کرنا لغو ہے۔ پس اس زمانہ میں احمدیہ سلسلہ ہی ایک زندہ مذہب کا نشان دیتا ہے کیونکہ اس کا بانی اپنا دعویٰ مورد وحی الٰہی ہونیکا بذریعہ مقتدر پیشگوئیوں اور خارق عادت نشانات کے ثابت کر رہا ہے۔

دوم۔ سلسلہ احمدیہ اس بات کا انکار کرتا ہے کہ دین اسلام بذریعہ تلوار پھیلایا جائے۔ مگر عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ دین کو بزور شمشیر بھی پھیلانا جائز ہے کیونکہ وہ ایک ایسے مسیح اور مہدی کے منتظر ہیں جو ان تمام لوگوں کو تہ تیغ کر دیگا جو دین اسلام کے قبول کرنے سے انکار کریں۔ مگر یہ سلسلہ اس خیال کو غلط ٹھہراتا ہے کہ اسلام نے کسی ایسے مسیح یا مہدی کے آنیکا وعدہ دیا ہو۔ اور ایسی احادیث کو جن میں خونی مسیح یا مہدی کے آنیکا ذکر ہے وضعی قرار دیتا ہے کیونکہ وہ قرآن شریف کی صریح منطوق کے خلاف ہیں جو فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین نیز قرآن شریف وعدہ دیتا ہے کہ جیسا ایک مسیحؑ بنی اسرائیل کے سلسلہ کے خاتمہ پر بھیجا گیا تھا ایسا ہی ایک مسیحؑ اس سلسلہ کے خاتمہ پر آئیگا۔ پس جسطرح اس مسیحؑ نے دین کے لئے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ یہودیوں کے ایسے انتظار کو غلط ٹھہرایا اسی طرح یہ مسیحؑ بھی دین کے لئے لڑائیاں کرنیکی غرض سے نہیں آئیگا بلکہ اس خیال کی غلطی کو دور کریگا ایسا ہی صحیح بخاری کی حدیث بھی مسیح موعودؑ کی تعریف میں یضع الحرب ہی کہتی ہے یعنی وہ لڑائیوں کو دور کریگا یعنی مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔

سوم - یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا۔ آپکے بعد ایسا نہیں آسکتا جس کو نبوت بدون آپکے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کردیئے مگر آپ کے متبعین کامل کے لئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہوکر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں انکے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ گویا اسی وجود مطہر اور مقدس کے عکس ہیں مگر عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے چھ سو سال پہلے نبی ہو چکے تھے دوبارہ آئیں گے جس سے ختم نبوت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے۔ ایسا ہی یہ سلسلہ اس امت کو خیر الامم کہتا ہے اور اس لئے اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اس کے مصلح اس میں سے پیدا نہ ہوں بلکہ باہر سے آئیں کیونکہ جب اشرار اس امت میں ہیں تو پھر اس سے بڑھکر اور کیا مصیبت اسی امت کے لئے ہوسکتی ہے کہ اخیار اس میں سے پیدا نہ ہوں بلکہ وہ باہر سے آئیں۔ آنحضرتؐ کی ختم نبوت آپکے کسی بروز کو آنے سے نہیں روکتی۔ البتہ آپکے بعد شریعت کوئی نبی نہیں آسکتی۔

چہارم - مسیح کی موت پر یہ سلسلہ خاص طور پر زور دیتا ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ بانی سلسلہ کے دعوے کی بنیاد یہی ہے بلکہ اس لئے کہ یہی سب سے طاقتور ہتھیار کسر صلیب کے لئے ہے جس سے عیسائیت کی بنی بنائی عمارت گرجاتی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر ہونیکو غلط ٹھہراتا ہے کیونکہ قرآن شریف حضرت عیسیٰؑ کی موت کو ثابت کرتا ہے۔ اور یہ غلط عقیدہ اسلام کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ یہ عیسائی مذہب کی تائید کرتا ہے۔ اسکے متعلق بحث پہلے گذر چکی ہے۔

پنجم - سلسلہ احمدیہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات میں کوئی انسان بھی شریک ہوسکتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ مگر اُس طرح کی خلق جیسی اللہ تعالیٰ کرتا ہے کوئی انسان نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے یہ سلسلہ عام مسلمانوں کے اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ خالق طیور تھے۔ اور ان میں روح پھونکا کرتے تھے قرآن شریف کی آیت جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ اس کے معنے کرنے میں عام مسلمانوں کو یہ غلطی لگی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو بھی خالق سمجھ لیا۔ اور جس طرح ایک نبی کو خدائی صفات میں شریک کرتے ہیں اسی طرح جو عقیدہ ان لوگوں کا دجال کے متعلق ہے اس سے دجال کا بھی خدائے واحد کا نعوذ باللہ شریک ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ انکا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کریگا جہاں چاہیگا مینہ برسائیگا جہاں چاہیگا بارش کو روک دیگا۔ مگر سلسلہ احمدیہ کے نزدیک یہ تمام باطل اور لغو خیالات ہیں اور پیشگوئیوں کے صحیح معنوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں اس سلسلہ کے نزدیک دجالی تعلیم وہی تعلیم ہے جس پر موجودہ عیسائی مذہب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یعنی کفارہ اور الوہیت مسیح کے عقائد۔ دجال چونکہ دھوکا دینے والے کو کہتے ہیں۔ اسلئے وہی لوگ جو لوگوں کو دھوکا دیکر اس جھوٹی تعلیم کو پھیلاتے ہیں۔ دجال کہلانیکے مستحق ہیں۔ دجال کے متعلق مبسوط بحث کئی جگہ موجود ہے۔ اور نومبر ۱۹۰۵ء کے رسالہ

ریویو آف ریلیجنز میں بھی ہو چکی ہے۔

ششم۔ قرآن شریف اور حدیث سے مسائل اخذ کرنے کے بارے میں بھی سلسلۂ احمدیہ دوسرے لوگوں سے اختلاف رکھتا ہے عام طور پر حدیث پر قرآن شریف کی نسبت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور حدیث کو قرآن شریف پر قاضی ٹھہرایا جاتا ہے مگر اس سلسلہ کی تعلیم کی رو سے قرآن شریف سے حدیث کا سچ جھوٹ پرکھنے کا معیار ملتا ہے یعنی جو حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو اسے رد کیا جاویگا۔ اسطرح سے حدیث کے متعلق قرآن شریف سے فیصلہ لیا جاتا ہے اور اسکو مقدم کر کے حدیث کو اسکے تابع کیا جاتا ہے۔ ✤

سلسلہ احمدیہ کی تعلیم خالص اسلامی تعلیم ہے اور مروجہ عقائد سے جو اختلاف ہے اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مگر یہ اختلاف حصر کے طور پر نہیں بلکہ صرف بعض بڑی بڑی مثالیں اس کی پیش کی گئی ہیں۔ شرائط بیعت دس ہیں جو اول مرتبہ ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء کو شائع کی گئیں۔ اور ہر شخص کو جو اس سلسلہ میں داخل ہو ان شرائط کا پابند ہونا ضروری ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔ اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔ **دوم**۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور ظلم و خیانت فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔ **سوم**۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا۔ **چہارم**۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ **پنجم**۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر و یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کیلئے اس کی راہ میں طیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیریگا بلکہ قدم آگے بڑھائیگا۔ **ششم**۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہواوہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے پر قبول کریگا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔ **ہفتم**۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا۔ اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔ **ہشتم**۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ **نہم**۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔ **دہم**۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

بانیٔ سلسلہ کی تعلیم میں بڑا زور تقویٰ اور راستبازی اور صبر اور تحمل اور حلیمی پر دیا گیا ہے۔ اور یہ تعلیم بہت سی کتابوں میں بیان ہوئی ہے اور کشتیٔ نوح میں خصوصیت سے بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ذیل کے فقرات جن سے کسی قدر اس کا

✤ یہ سلسلہ نہ صرف عیسائی مذہب کے عقائد الوہیت مسیح وغیرہ کا ہی انکار کرتا ہے بلکہ عیسائیوں کے اس عقیدہ کو بھی کہ مسیح ملعون ہوا جھوٹا قرار دیتا ہے کیونکہ ملعون شیطان کو کہتے ہیں اور لعنت سے خدا سے بیزاری لازم آتی ہے پس مسیح صلیب پر فوت ہوا اور نہ ہی ملعون ہوا۔ منہ

پتہ لگتا ہے اسی کتاب سے لئے گئے ہیں۔ اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقوے کی راہوں میں قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقوے سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑھ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑھ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے۔ نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنےٰ ادنےٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی جو خاوند سے خیانت سے

پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور انکی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب ظالم۔ دروغ گو۔ جعلساز اور انکا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانیوالا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا انکا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو انکا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا انکی حمایت میں ہے"

ملکی پہلو سے سلسلہ احمدیہ کا اثر بہت ہی بابرکت اور مفید ہوا ہے۔ مہدی کے نام کے ساتھ خونریزی کا خیال ہمیشہ وابستہ رہا ہے۔ اور مہدویت کے دعویدار ہر جگہ گورنمنٹوں کے امن میں مخل ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں خونی مہدی کا انتظار اس عقیدہ کو تازہ کرتا ہے کہ غیر مسلموں کو مار ڈالنا ثواب کا کام ہے۔ کیونکہ دونوں عقائد کی جڑھ ایک ہی ہے۔ اور ایسے عقیدہ کے ساتھ یہ خطرہ بھی لگا ہوا ہے کہ جہاں کہیں ایک جھوٹا دعویدار پیدا ہوگا وہاں جاہل لوگ محض جنگ اور جہاد کا نام سنکر ہی اس کے ساتھ ہو جاویں گے۔ ان حالات کے ماتحت اگر غور کیا جائے تو سلسلہ احمدیہ نے جو تعلیم پھیلائی ہے وہ ملک کے امن کے لئے اعلیٰ درجہ کی مفید تعلیم ہے۔ جہاد کے متعلق جو کچھ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے لکھا ہے اسکو اس گورنمنٹ کے بڑے سے بڑے مدبروں اور دانشمندوں نے ملکی لحاظ سے بہت ہی پسند کیا ہے چنانچہ مثال کے طور پر اس جگہ سر الفریڈ کننگھم کی ایک چٹھی کے چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۰۰ء میں جب وہ پشاور کے کمشنر تھے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو لکھی تھی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔ "جہاں تک میں غور کرتا ہوں مجھے یہ اسلام کی تعلیم کی نہایت ہی منصفانہ اور عالمانہ تشریح معلوم ہوتی ہے اور آپ جیسے عالم اور صائب الرائے آدمی کے لئے قابل تعریف ہے میں یقین کرتا ہوں کہ آپ جیسے مشہور معلم کے مونہہ سے اپنے مذہب کی بریت میں ان الفاظ کا نکلنا تمام مسلمان اپنے لئے نعمت سمجھیں گے۔ اور اسبات کا ثبوت اسے تصور کریں گے کہ جو قبیح افعال جاہل اور شریر لوگ مذہب کی آڑ کے نیچے کرتے ہیں اسلام انکی ہرگز تائید نہیں کرتا میں بڑا خوش ہونگا کہ آپ کا رسالہ اور فتوے (ممانعت جہاد) کثرت سے سرحدی اضلاع میں شائع ہو" ایساہی حال میں

پروفیسر ٹائے نے جو امریکہ کی ایک مشہور یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ "اسلامی خطرہ" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس سلسلہ کا اثر عام مسلمانوں کے خیالات پر نہایت ہی نیک ہے۔

علاوہ ان خدمات کے جو خونی مہدی کے عقیدے کی بیخکنی کرنے میں سلسلہ احمدیہ نے کی ہیں۔ اور کئی طرح پر بھی یہ سلسلہ گورنمنٹ کی خدمات کرتا رہا ہے۔ ۱۸۹۸ء میں جب طاعون پنجاب میں پھوٹ نکلا تھا اور گورنمنٹ کے قرنطینہ وغیرہ قواعد کے سبب سے عام لوگوں میں بہت بدظنی پھیلی ہوئی تھی اور کئی جگہ فساد بھی ہو چکے تھے تو اسوقت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی جماعت کا ایک خاص جلسہ منعقد کیا جس میں گورنمنٹ کی تجاویز کی تائید کی اور فرمانبرداری کی ہدایت کی۔ چنانچہ اخبار سول۔ کے ایڈیٹوریل کالم میں خاص نوٹ اس کے متعلق شائع ہوا جو حسب ذیل ہے "اس تقریر کا لب لباب یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ نے محض انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر بیماری کے روکنے کے لئے یہ قواعد جاری کئے ہیں۔ اور یہ قواعد بہت ضروری ہیں اور فرضی قصے کہ گورنمنٹ لوگوں کو زہر دینا چاہتی ہے۔ بالکل جھوٹے اور احمقانہ ہیں اور اس شخص کو جو کہ اپنے اندر عقل رکھتا ہے ایک لحظہ بھر کے لئے بھی انہیں تسلیم نہ کرنا چاہیئے۔ اور سخت خطرہ کی حالت میں مثلاً جبکہ خدا کی طرف سے کوئی بیماری نازل ہو۔ عورتوں کا اپنے گھروں سے کھلے میدان میں سگریگیشن کی غرض سے مناسب طور پر چہرہ ڈھانکے ہوئے آنا اسلام کے اصول کے برخلاف نہیں" یہ نوٹ ۔ ۱۰ جون ۱۸۹۸ء کے سول میں شائع ہوا۔ تاریخ انعقاد جلسہ ۲ مئی ۱۸۹۸ء تھی۔ اور گورنمنٹ نے بھی خاص طور پر ان خدمات کا اعتراف کر کے شکریہ کا خط لکھا یہ چٹھی نمبر ۲۱۳ ایس مورخہ ۱۱ جون ۱۸۹۸ء ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ "حسب الارشاد جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر میں اطلاع دیتا ہوں کہ جناب ممدوح نے اس جلسے کی تمام روئداد کو جو ۲ مئی ۱۸۹۸ء کو قادیان میں متعلق ان قواعد کے جو گورنمنٹ نے انسداد بیماری طاعون کے لئے جاری کئے منعقد ہوا اور نیز اس تقریر کو جو مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے اسوقت کی۔ بڑی خوشی کے ساتھ پڑھا۔ حضور ممدوح کا منشاء ہے کہ میں اس مدد کے شکریہ کا اظہار کروں جو کہ اس جلسہ کے ممبروں نے گورنمنٹ کو دی" ایسا ہی ٹرینسوال کے جنگ کے موقع پر بھی ایک خاص جلسہ بغرض دعا منعقد کیا گیا۔ اور علاوہ اس کے مجروحین کے لئے چندہ بھی کیا گیا۔

سلسلہ احمدیہ کے تعلق میں بہت سے مباحثات بھی ہوئے ہیں۔ غیر مسلموں میں سے بڑا مباحثہ ۱۸۹۳ء کا تھا جو عبداللہ آتھم کے ساتھ ہوا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی کتابیں مباحثات کے رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ آتھم کے مباحثہ سے کچھ عرصہ بعد بشپ لاہور کے ایک عام جلسہ میں اسلام پر بعض ناجائز حملے کرنیکی وجہ سے بانی سلسلہ احمدیہ نے اس کو انہیں سوالات پر مباحثہ کے لئے چیلنج دیا اور انگریزی اخبارات نے بھی بشپ صاحب کو مباحثہ کرنیکے لئے بہت ترغیب دی مگر انہیں حوصلہ نہ پڑا۔ اور آخر انکے انکار پر مشہور انگریزی اخبارات نے بشپ صاحب کو انکی اس کم ہمتی پر بہت ملامت بھی کی۔ آریہ سماج کے ساتھ ایک مباحثہ بمقام ہوشیارپور ہوا تھا جسکی کیفیت کتاب سرمہ چشم آریہ میں درج ہے۔ لیکھرام

بھی مباحثہ کے لئے آیا تھا مگر وہ نشان مانگ کر ہی چلا گیا اور نشان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ مسلمانوں کے ساتھ ابتدائے دعویٰ میں بہت سے مباحثات ہوئے مگر ۱۸۹۷ء میں جب ہر طرح سے اتمام حجت ہو چکا اور خدا کی طرف سے بھی بڑے بڑے نشان ظاہر ہو چکے تو خدا کے منشاء کے مطابق آپ نے مباحثات کا دروازہ بند کر دیا۔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف جو تحریریں لکھی گئی ہیں عموماً ان میں نہ صرف سخت کلامی بلکہ فحش بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ بالمقابل اس کے مخالفین سلسلہ نے اس سلسلہ کی تحریرات پر سختی کا الزام دیا ہے۔ اس امر کا فیصلہ آسانی سے یوں ہو سکتا ہے کہ اول شروع کس کی طرف سے ہوا آریوں اور عیسائیوں کے متعلق جس قدر تحریریں لکھی گئی ہیں براہین احمدیہ سے لیکر چشمہ مسیحی تک وہ سب کی سب انکے حملوں کی مدافعت میں لکھی گئی ہیں۔ مسلمانوں نے جبتک خود گندے حملے کرنے شروع نہیں کئے انکے متعلق ایک لفظ بھی سخت نہیں لکھا گیا۔ علاوہ ازیں جو کوشش مباحثات کے پیرایہ کو درست کرنیکے لئے اس سلسلہ نے کی ہے اسکی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔ متعدد مرتبہ میموریلوں اور درخواستوں اور تحریروں میں بانی سلسلہ نے گورنمنٹ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مذہبی مباحثات کی صرف اسی حد تک اجازت دیجاوے کہ دوسرے مذہب پر کوئی حملہ نہ کرسکے اور اپنے مذہب کی خوبیاں ہی بیان کرے۔ چنانچہ ایک میموریل میں جو ۲۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کو وائسرائے کو بھیجا گیا تھا یہ تین تجویزیں مذہبی مباحثات کی اصلاح کے لئے آپ کی طرف سے پیش کی گئی تھیں۔ اول یہ کہ گورنمنٹ یہ قانون بنا دے کہ کسی مذہب کا حامی دوسرے مذہب پر کوئی حملہ یا نکتہ چینی نہ کرے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو بلکہ سب لوگ دوسروں پر حملہ کرنیکے بغیر اپنے مذاہب کی خوبیاں اور فضائل ہی بیان کریں کیونکہ اصل غرض ہر مذہب کی یہی ہے کہ وہ اپنی خوبیوں کو دوسروں کے سامنے پیش کر سکے اور ایسا کرنے میں اسے کوئی روک نہ ہو۔ مذہبی آزادی اس بات کا نام نہیں کہ کوئی شخص راستباز نبیوں کو گالیاں دے کر یا مقدس مذہبی کتب پر ناجائز حملے کر کے یا انکے عقائد کو الٹا بیان کر کے انکی دل آزاری کرے۔ دوئم۔ یہی غرض اس وقت بھی حاصل ہو سکتی ہے اگر گورنمنٹ یہ قانون نافذ کر دے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہب پر ایسا حملہ نہ کرے جو خود اس کے اپنے مذہب پر عائد ہوتا ہو۔ سوئم۔ یا اگر یہ دونوں تجویزیں نامنظور ہوں تو پھر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے ساتھ یہ بڑھا دیا جاوے کہ مذہبی مباحثہ کرنیوالے دوسرے مذہب پر ایسے الزام نہ لگائیں اور ایسے حملے نہ کریں جنکی بنیاد مضبوط شہادت اور مستحکم دلائل پر نہ ہو۔

تبلیغ سلسلہ کتابوں رسالوں اور اخباروں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ موقت الشیوع پرچوں میں سے بعض سلسلہ کے اپنے پرچے ہیں اور بعض افراد سلسلہ کے پرچے ہیں جو تائید سلسلہ میں نکالے جاتے ہیں جن میں ایک یعنی ریویو آف ریلیجنز انگریزی زبان میں ہے باقی اردو میں ہیں۔ جو پرچے خاص قادیان سے نکلتے ہیں ان میں سے ایک سہ ماہی ہے یعنی رسالہ تشحیذ الاذہان۔ دو ماہوار یعنی ریویو آف ریلیجنز انگریزی و اردو اور دو ہفتہ وار یعنی الحکم اور بدر۔ سلسلہ کا ایک اپنا مدرسہ بھی ہے جہاں دور دور سے متعلمین آکر اس سلسلے کی آنیوالی نسلیں تیار ہوتی ہیں۔ اسوقت یہ ایک ہائی سکول ہے۔

درمیان میں کچھ عرصہ تک ایف اے تک کالج بھی قائم کیا گیا تھا۔ مگر یونیورسٹی کے نئے قواعد کی سختی کی وجہ سے کالج کو بالفعل چھوڑنا پڑا ہے۔ ہائی سکول کا بھی ایک ماہوار رسالہ نکلنا تجویز ہوا ہے جس کا نام سکول کے نام کی طرح تعلیم الاسلام ہے۔ اس رسالہ کی خاص خوبی یہ ہوگی کہ قرآن شریف پر نہایت لطیف نوٹ تفسیری رنگ میں ہونگے۔ بانی سلسلہ علیہ السلام نے ساٹھ کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سب سے اول براہین احمدیہ ہے جو سب سے بڑی اور سب سے عظیم الشان بھی ہے۔ اور جس کی پیشگوئیاں پچیس سال پہلے شائع ہو کر آج پوری ہو رہی ہیں۔ بعض کتابوں کا ذکر اثنائے بحث میں آچکا ہے۔ باقی میں سے خصوصیت سے قابل ذکر منن الرحمن ہے جو ابھی شائع نہیں ہوئی اور نامکمل ہے جس میں یہ دکھایا جائے گا کہ قرآن کریم کی زبان عربی ہی ام الالسنہ ہے۔ ست بچن سکھوں کے لئے لکھی گئی تھی جس میں چولہ صاحب کے متعلق پوری تحقیقات کر کے باوا نانک کا مسلمان ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اور یوں سکھوں پر اتمام حجت کیا گیا ہے۔ مسیح ہندوستان میں بھی ابھی نامکمل ہی ہے۔ اور شائع نہیں ہوئی۔ اس میں یہ دکھایا جاویگا کہ حضرت مسیح ہندوستان میں آکر رہے اور سری نگر کشمیر میں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ اور اب مسیح ثانی بھی ہندوستان میں ہی آیا ہے۔ عربی کتابیں عموماً متحدیانہ ہیں اور ان میں تمام دوسرے لوگوں کو کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان یہ چیلنج کیا ہے کہ اُنکی مانند عربی لکھکر دکھاویں اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے چنانچہ سب نے اپنی عاجزی کا اظہار خاموشی سے کیا اور آج تک ایک بھی کتاب کوئی بالمقابل پیش نہیں کر سکا۔ تریاق القلوب اور نزول المسیح میں بعض ان نشانات کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں ان میں سے موخر الذکر ابھی نامکمل ہے اور شائع نہیں ہوئی۔

آئندہ کے متعلق بانی سلسلہ اس سلسلہ کے لئے بڑی بڑی کامیابیوں کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ براہین احمدیہ میں دو وعدے سلسلہ کی کامیابی کے متعلق ہیں ایک وہ وعدہ جو خود بانی کی زندگی میں پورا ہونیوالا تھا سو وہ پورا ہو چکا اور ہو رہا ہے یعنی ایسے وقت میں جب آپ بالکل تنہا اور گوشۂ گمنامی میں تھے یہ وعدہ کہ جوق درجوق لوگ تیرے پاس آئیں گے اور باوجود مخالفت کے مخلوق بڑی کثرت سے رجوع کریگی اور دور دور راہوں سے نصرتیں آئیں گی۔ یہ وعدہ پورا ہو رہا ہے اور ہر روز نیا ظہور اسکا ہوتا ہے۔ دوسرا وعدہ کامیابی کا جو اس سلسلہ کو دیا گیا ہے وہ اس کے بانی علیہ السلام کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہونیوالا ہے۔ اور وہ وعدہ ان الفاظ میں ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ۔ پہلے وعدہ کا پورا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ دوسرا وعدہ بھی پورا ہو کر رہیگا۔ یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ آپکے ایک لڑکے کے ذریعہ سے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے سلسلہ کی رہنمائی کے لئے مامور ہوگا یہ سلسلہ بڑا اقتدار اور قوت حاصل کریگا۔ جبتک ایسا شخص ظاہر ہو اسوقت تک آپ کی یہ وصیت ہے کہ جس شخص کے راستباز ہونے پر چالیس مومن شہادت دیں وہ لوگوں سے بیعت لیتے رہیں۔ لیکن انتظام سلسلہ ایک انجمن کے سپرد کیا گیا ہے جس کا نام صدر انجمن احمدیہ ہے اور جو قائم ہو چکی ہے۔

حوادث

"تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا" یہ وہ الہام الٰہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیۃ میں شائع فرمایا تھا۔ اور اس کی تشریح اسی جگہ یوں کی گئی ہے۔

"حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہونگے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے۔ اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی"

یہ پیشگوئی ۱۹۰۵ء کے اخیر ہفتہ میں یعنی ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی اور ۱۹۰۶ء کے شروع ہوتے ہی ان حوادث کا وقوع بھی شروع ہو گیا۔ جو جو کچھ آفتیں اس عرصہ میں دنیا میں آئی ہیں آیا وہ معمولی آفتیں اور تباہیاں ہیں یا پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق قیامت کا نمونہ دکھانیوالی تباہیاں ہیں؟ ایک انسان جسے عقل و فکر سے کچھ بھی حصہ ملا ہے خود غور کر سکتا ہے۔

مَیں صرف اسجگہ ایک نوٹ اخبار پایونیر سے نقل کرتا ہوں جس سے ان پیشگوئیوں اور نشانوں کا ظہور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ حوادث معمولی حوادث زمانہ نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کے غضب کا ایک خاص نشان ہیں۔ ۲۲ اپریل کے پرچے میں پایونیر ایک ایڈیٹوریل نوٹ دیتا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"۱۹۰۶ء . . . ایک تہائی بھی نہیں گذرا مگر ابھی سے اسکی تاریخ میں مصائب اور تباہیاں اسقدر جمع ہو گئی ہیں جو دس سال کے لئے کافی ہیں۔ ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں گذرتا جو ان تباہیوں کا نقشہ دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں ظاہر نہ ہو جاتا ہو۔ اور اسکی حرکت دنیا میں ہر طرف یکساں ہے۔ سب سے اول جزائر غرب الہند میں آتش فشاں مادہ کا پھوٹنا تھا جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ ساٹھ سال کے عرصہ میں اسقدر شدت اسکی نہیں پائی گئی۔ اور اسکے ساتھ قریب کے جزیروں میں بھی مادہ آتش فشاں کی حرکت بڑے زور میں ہوئی۔ اسکے بعد ایک تباہ کن طوفان اور سیلاب دریائے مسسیپی میں آیا۔ فارموسا میں دو زلزلے نہایت ہی سخت یکے بعد دیگرے دو مہینوں کے اندر اندر آئے اور یہ زلزلے اس زلزلے سے شدت میں کہیں بڑھکر تھے جس نے سان فرانسسکو کو تباہ کیا۔ اس کے بعد فرانس کی ایک کوئلہ کی کان میں خطرناک حادثہ آگ لگنے کا وقوع میں آتا ہے جس کی تباہی کی نظیر کسی کان کے حادثہ میں نہیں پائی جاتی۔ اور یہ واقعہ بھی ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں پہلے اس قسم کا کوئی خطرہ بھی نہ ظاہر ہوا تھا۔ اس حادثہ کے بچے ہوئے لوگ ابھی مشکل سے سطح زمین پر لائے گئے تھے کہ جنوبی اٹلی کی طرف انسانی ہمدردی کو متوجہ ہونا پڑا۔ جہاں ویسوویس ایسی سختی کے ساتھ پھٹا کہ اسکی نظیر کئی صدیوں میں نظر نہیں آتی۔ اور اسقدر دور دور تک اسکی تباہی کا اثر پہنچا کہ نیپلز بھی اس خطرے میں پڑ گیا کہ خاکستر کے نیچے دب کر

تباہ نہ ہو جائے۔ اس خوبصورت شہر کے امن کی نسبت ابھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا کہ یہ زمینی مادہ کیلیفورنیا کے نہایت خوبصورت اور سرسبز ساحل پر جانکلا۔ اور ایک آن کی آن میں مغربی دنیا کے سب سے خوبصورت شہر کو خاک میں ملا دیا۔ اس عام اور سخت تباہی کی نظیر پہلی صدی عیسوی کے بعد اور کہیں ہمیں نہیں ملتی۔ جبکہ زلزلے اور آتش فشاں کے مادے یورپ اور ایشیائے کوچک میں اسطرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہے تھے۔ جنکا نقشہ کسی قدر مکاشفات میں ملتا ہے۔"

مینے ایک سطر پر خط کھینچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تباہیاں جو دنیا میں آرہی ہیں کس قسم کی تباہیاں ہیں۔ اور خواہ ہمارے کٹھ ملاں اپنی ساری عمر مخالفتوں اور بیہودہ گوئیوں میں ضائع کردیں مگر دانشمند لوگ حیران ہو رہے ہیں کہ یہ واقعات معمولی واقعات نہیں ہیں۔ بلکہ اسی قسم کے زلازل اور حوادث کا نقشہ پھر آموجود ہوا ہے جیسا کہ مسیح اول کے وقت میں تھا۔ جائے غور ہے کہ کسقدر صراحت سے پیشگوئی کی گئی اور کسقدر صراحت سے وہ پوری ہوئی یہانتک کہ پایونیر جیسے اخبار کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ان حوادث کی نظیر کوئی نہیں ملتی۔ اب اگر مادہ پرست لوگ ان مصائب کو گناہوں کا نتیجہ نہ بھی سمجھتے ہوں تو بھی اس سے وہ انکار نہیں کرسکتے کہ یہ حوادث ان پیشگوئیوں کے مطابق ہیں جو حال میں ہی شائع ہو کر کل دنیا میں پھیل چکی ہیں ان میں سے کئی پیشگوئیاں ایسی ہیں جو ان ہلاکتوں اور تباہیوں کے نقشے کھلے کھلے الفاظ میں کھینچتی ہیں۔ منجملہ انکے یہ بھی ایک پیشگوئی ہے۔ کہ یوم تاتی السماء بدخان مبین وتری الارض یومئذ خامدۃ مصفرۃ۔ جو ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو شائع ہو چکی تھی جسکا ماحصل یہ ہے جیسا کہ پہلے ہی اسکا ترجمہ لکھا گیا تھا۔ کہ وہ دن آتا ہے کہ آسمان ایک کھلا کھلا دھواں لائیگا یعنی آسمان ایک دخانی صورت کا عذاب زمین پر نازل کریگا۔ اور تو زمین کو دیکھے گا کہ ایک مردہ سی ہو گئی ہے۔ اور راکھ کی طرح بن گئی ہے اور اسپر بجائے سرسبزی کے زردی چھا گئی ہے۔ اس الہام الٰہی کا پورا پورا نقشہ ان تار کی خبروں میں کھینچا گیا ہے جو ویسو وی اس کے متعلق گذشتہ ایام میں شائع ہوئی ہیں "ویسو وی اس کے گرد کئی کئی میلوں تک خطرناک تباہی کا نقشہ کھنچا ہوا ہے۔ اور سبزی کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ تمام شہر اور گاؤں خاکستر کے نیچے دبے ہوئے ہیں جسکی گہرائی کم و بیش چھ چھ فٹ ہے۔ یہ بھیانک نظارہ پامپیائی کے دنوں کو یاد دلاتا ہے۔ تمام ملک پر دھوئیں کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی ہے"

سان فرانسسکو کی تباہی کا جو نقشہ تار کی خبروں سے ملتا ہے وہ اور بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ساڑھے تین لاکھ آبادی کا نئی طرز پر بنا ہوا شہر جلکر خاک سیاہ ہو چکا ہے۔ اور پچیس مربع میل میں خاکستر ہی خاکستر نظر آتی ہے تین لاکھ آدمی بے سروسامان کھلے میدانوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بھوکے پیاسے دیوانوں کی طرح ہو رہے ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی شہر تباہ ہوئے ہیں مگر سان فرانسسکو کی تباہی عبرت انگیز ہے۔ یہ شہر امریکہ میں نہ صرف اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے بلکہ عیاشی کے لحاظ سے بھی قریباً قریباً اول نمبر پر تھا ایک آن کی آن میں وہ عیاشی اور ناچ اور شرابخوری کے نظارے تباہی سے بدل گئے۔ اور سارا شہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک یکمرتبہ ہی جل اٹھا۔ اور زلزلہ کی تباہی کو اس آگ کی تباہی نے ہزارہا گنا زیادہ کر دیا۔ کاش لوگ اب بھی غور کریں کہ یہ تباہی کے نظارے بعینہ ایسے ہی ہیں جیسے ان وقتوں میں دکھائے گئے تھے جب زمین فسق و فجور سے پر ہو گئی اور انبیاء کی تکذیب کیگئی۔ سان فرانسسکو کی تباہی کا نظارہ گذشتہ قوموں کی تباہی کے نظاروں سے کم نہیں مگر دلوں پر غفلت اور تاریکی ایسی چھائی ہوئی ہے کہ اسقدر عبرتناک عذابوں کے باوجود لوگ توجہ نہیں کرتے۔

ایک تازہ پیشگوئی

الہام الٰہی ۔ "دشمن کا بھی ایک وار نکلا" وتلک الایّام ندا ولہا بین الناس۔ یعنی کوئی ایسا امر جو خدا کی طرف سے ہماری نسبت یا ہماری جماعت کے کسی فرد کی نسبت صادر ہوگا جس سے دشمن خوش ہو جائیگا اور وہ امر جو خدا کی طرف سے ہوگا۔ یا دشمن کا اس میں کچھ دخل ہوگا اور پھر خدا فرماتا ہے کہ یہ دن خوشی اور غم یا فتح اور شکست کے ہم تو بت یہ نوبت لوگوں میں پھیرا کرتے ہیں بعض وقت خوشی اور فتح خدا کی جماعت کو ملتی ہے اور دشمن ذلیل اور شرمسار ہو جاتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بدر کی لڑائی میں ہوا کہ کفار کو سخت شکست آئی اور نامی افسر اور سرگردہ انکی فوج کے اسی لڑائی میں مارے گئے جیسا کہ ابوجہل۔ یہ خوشی تو مومنوں کو پہنچی۔ پھر دوسری مرتبہ کفار کی خوشی کی نوبت آئی اور اُحد کی لڑائی میں دردناک شہادتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور ایک تہلکہ برپا ہوا اسوقت بعض ان لوگوں کے دلوں میں جو عادت اللہ سے ناواقف تھے یہ خیال بھی آیا کہ جس حالت میں ہم حق پر ہیں اور ہمارے مخالف باطل پر ہیں تو یہ مصیبت ہم پر کیوں آئی۔ تب ان کا جواب اللہ تعالیٰ نے وہ دیا۔ جو قرآن شریف میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ وتلک الایّام نداولہا بین الناس۔ یعنی اگر تم کو اُحد کی لڑائی میں دکھ اور تکلیف پہنچی ہے تو بدر کی لڑائی میں بھی تو تمہارے مخالفوں کو ایسی ہی تکلیف پہنچی تھی اور ایسا ہی دکھ اور نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ جس کو امیر فوج بنا کر لائے تھے یعنی ابوجہل وہ بھی کھیت رہا اور بڑے بڑے کافر مارے گئے پھر اگر اس کے مقابل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور دوسرے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم نے شربت شہادت پیا تو اسقدر بالمقابل صدمہ دیکھنا ضروری تھا کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی قانون قدرت ہے کہ کبھی کافر فنا کئے جاتے ہیں اور کبھی مومن تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اُس دن سے جو خدا نے دنیا پیدا کی یہ قانون چلا آیا ہے کہ کبھی کوئی ایسی تائید اور نصرت ظاہر ہوتی ہے جس سے مومن خوش ہو جاتے ہیں اور کبھی کوئی ایسا ابتلا مومنوں کے لئے پیش آتا ہے جو کافر مارے خوشی کے اچھلتے پھرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس اپنی وحی مقدس میں بھی جو آج

---

* نوٹ۔ اسی کے ہمرنگ واقعہ عبداللہ آتھم اور لیکھرام کا تھا عبداللہ آتھم عین شرطی پیشگوئی کے موافق مرا مگر نا سمجھی سے مخالفوں نے اس بات پر بہت خوشی ظاہر کی کہ وہ میعاد کے اندر نہیں مرا پس یہ معاملہ ایسا تھا جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت "شبّہ لہم" کا معاملہ تھا خدا کو منظور تھا کہ بموجب اپنے قانون قدرت وتلک الایّام نداولہا بین الناس مخالفوں کو خوشی پہنچائے کیونکہ پہلے نشانوں نے ان کو غمگین کر دیا تھا اور یہ خوشی بھی قائم نہ رہی کیونکہ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ ایسی صفائی سے پوری ہوئی جو مونہہ بند ہو گئے۔ منہ

اس عاجز پر نازل ہوئی فرماتا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ کچھ عرصہ سے متواتر خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید رحمت کے نشانوں کے رنگ میں اس عاجز کی نسبت ظاہر ہو رہی ہے۔ جس سے مخالف لوگ ایک مسلسل غم دیکھ رہے ہیں اب ضروری ہے کہ بموجب قانون وتلک الایّام نداولھا بین الناس ان کو بھی کچھ خوشی پہنچائی جاوے۔ اس الہام کی بنا پر کوئی امر ہمارے لئے ناگوار اور انکے لئے موجب خوشی کا ظاہر ہو جائیگا اور جو نشان اس تھوڑے عرصہ میں ہماری تائید میں ظاہر ہوئے جو ہماری خوشی کا موجب اور مخالفوں کے رنج کا موجب تھے وہ بہ تفصیل ذیل ہیں اوّل سب سے پہلے مسمی کرمدین ساکن بھیں ضلع جہلم کے مقدمات میں دو رحمت کے نشان خدا تعالیٰ کے ظاہر ہوئے پہلے وہ مقدمہ ہے جو کرم دین مذکور نے جہلم کی عدالت میں بصیغہ فوجداری مجھ پر دائر کیا تھا اس میں خدا تعالیٰ نے قبل فیصلہ اس مقدمہ کی مجھے خبر دی کہ کرم دین مذکور ناکام رہیگا اور شکست کھائیگا اور مَیں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ چنانچہ ابھی مقدمہ زیر تجویز ہی تھا کہ مَیں نے اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں اس پیشگوئی کو چھاپکر شائع کر دیا اور جب میری طلبی جہلم کی عدالت میں ہوئی تو مَیں کئی نسخے اس کتاب کے ساتھ لے گیا اور قبل فیصلہ مقدمہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور قادیان میں بھی جہلم کے جانے سے پہلے کئی نسخے اس کتاب کے تقسیم کئے اور ایک نسخہ حسب دستور گورنمنٹ میں بھی بھیجدیا۔ اور آخر پیشگوئی کے مطابق کرم دین کے مقدمہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عدالت جہلم نے اس کو خارج کر دیا۔ یہ پہلا نشان ہے جو ظاہر ہوا۔ پھر ایک اور مقدمہ کرم دین مذکور نے فوجداری میں میرے پر گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا اور اُسپر بھی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کی طرف سے ایک فوجداری مقدمہ دائر ہو گیا۔ ان مقدمات کے فیصلہ سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ انجام کار میں کرم دین کے مقدمہ سے بری کیا جاؤنگا مگر وہ سزا پا جائیگا چنانچہ وہ پیشگوئی مَیں نے قبل فیصلہ مقدمہ کی اخبار الحکم اور البدر میں شائع کرادی۔ اور ایسا ہی ظہور میں آیا کہ کرمدین سزا پا گیا اور مَیں انجام کار بری کیا گیا اور یہ دو نشان تھے۔ جو ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہوئے۔ اور پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ ایک زلزلہ کا دھکا ظاہر ہوگا جس سے جانوں اور عمارتوں کا نقصان ہوگا یہ خبر بھی مَیں نے قبل از وقت الحکم اور بدر کے ذریعہ سے شائع کر دی چنانچہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو وہ زلزلہ آیا۔ جس کی نقصان رسانی کی تفصیل بیان کرنیکی کچھ حاجت نہیں۔ یہ چوتھا نشان تھا جو ظاہر ہوا۔ پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ موسم بہار میں ایک اور غیر معمولی زلزلہ آئیگا اور ۲۵۔ فروری ۱۹۰۶ء کے بعد آئیگا چنانچہ ۲۷۔ فروری ۱۹۰۶ء کا دن گذرنے کے بعد رات کو بوقت ڈیڑھ بجے وہ زلزلہ آیا۔ جس سے بہت سے گھر مسمار ہوئے اور بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ اور یہ پانچواں نشان تھا جو خدا نے میری تائید میں ظاہر کیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوگیا کہ ایک شخص چراغدین نام جموں کا رہنے والا جو ابتدا میں میرا مرید تھا مرتد ہو گیا اور اس نے پیغمبری کا دعویٰ بھی کیا۔ تب میں نے اسکی نسبت بد دعا کی اور مجھے خدا تعالیٰ سے الہام ہوا کہ خدا اسے فنا کر دیگا اور اسکو غارت کریگا اور اسپر غضب نازل کریگا اور اشارہ کیا گیا کہ وہ طاعون سے مریگا۔ اسی لئے مَیں نے طاعون کے رسالہ میں ہی (جو طاعون کے بارے میں مَیں نے لکھا تھا) جسکا نام دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء ہے یہ پیشگوئی درج کی چنانچہ وہ اپنی کتاب منارۃ المسیح کے ایک برس بعد

(جس میں مجھے اس نے دجال قرار دیا ہے) اس قہر میں گرفتار ہوا۔ کہ اول دو لڑکے اور ایک لڑکی اس کی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ اور پھر ۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء کو خود طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان سے گذر گیا۔ اور یہ چھٹا نشان تھا جو خدا نے میری تائید میں ظاہر کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور نشان ظہور میں آیا۔ کہ اس نے اپنی طرف سے صریح لفظوں میں مباہلہ کیا اور اپنا ذکر کر کے اور میرا نام لے کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو مفتری اور حق کا دشمن ہے۔ خدا اسکو فنا کردے اور حق اور باطل میں فیصلہ کر دے۔ اسکی اس دعا پر صرف دو تین روز ہی گذرے تھے۔ کہ وہ خدا کے مواخذہ کے نیچے آگیا۔ اور ایک دردناک عذاب کے ساتھ مرا۔ بھلا اس سے زیادہ دردناک کونسا حادثہ ہوگا؟ کہ پہلے اس نے اپنے عزیز اور نوجوان دو بیٹے اپنی آنکھ کے سامنے مرتے دیکھے اور اس پُر مصیبت حادثہ کو مشاہدہ کر لیا کہ دونوں نوجوان بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو گئے اور پھر بعد اس کے اسی طاعون سے بصد حسرت آپ موت کا پیالہ پیا اور ایمانی حالت کا یہ نمونہ دکھایا کہ دونوں لڑکوں کے مرنیکے بعد اسکے کلمات یہ تھے کہ خدا بھی میرا دشمن ہوگیا۔ یہ ساتواں نشان تھا جو ظہور میں آیا۔ پھر بعد اس کے ایک اور نشان ظاہر ہوا کہ ایک شخص ڈوئی نام جو امریکہ کے صیہون نام ایک شہر میں رہتا تھا اور اس نے پیغمبر ہونیکا دعوی کیا تھا اور الہام کا بھی مدعی تھا۔ مینے اسکو مباہلہ کے لئے بلایا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا اور بہت تکبر دکھایا اور میں نے اسکی نسبت انگریزی رسالہ میں شائع کیا۔ کہ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ امریکہ کے اخباروں میں بھی یہ مضمون شائع ہوگیا۔ اب وہ کچھ عرصہ سے فالج کے مہلک مرض میں گرفتار ہو گیا اور ساری پیغمبری اسکی دریا برد ہو گئی اور چراغدین کی طرح اس نے بھی ثابت کر دیا کہ جھوٹا پیغمبر کسطرح جلد پکڑا جاتا ہے۔ اور اب امریکہ سے خبر آئی ہے۔ کہ وہ قریب المرگ ہے۔* یہ آٹھواں نشان ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے میری تائید میں ظاہر کیا۔ ایسا ہی خدا نے مجھے اپنی پاک وحی سے خبر دیکر فرمایا تھا "اے بساخانۂ دشمن کہ تو ویراں کردی" جس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ بہت سے دشمن مریں گے اور انکا گھر ویران ہو جائیگا۔ چنانچہ مجھکو سیالکوٹ وغیرہ کتنے مقامات سے خط آئے ہیں۔ کہ اس سال میں کئی سخت طبع اور ناپاک دل دشمن جو سخت متعصب تھے مع عیال و اطفال اس جہان سے گذر گئے۔ جن کی تفصیل کسی مستقل رسالہ میں انشاء اللہ درج کیجائے گی۔ یہ نواں نشان ہے جو خدا تعالیٰ نے اسی سال میں میری تائید میں ظاہر فرمایا۔ پھر میں نے اپنے متواتر اشتہارات میں بار بار شائع کیا تھا۔ کہ دنیا میں سخت سخت زلزلے آئیں گے اور بعض ان میں سے قیامت کا نمونہ ہونگے اور بہت موت ہوگی۔ چنانچہ ایسے زلزلے فارموسا چین اور رسان فرانسسکو ملک امریکہ اور اٹلی میں آگئے اور وہ درحقیقت ایسے خوفناک ہیں کہ جو شخص پہلے میرے اشتہارات کو پڑھیگا اور پھر ان زلزلوں اور عام تباہی کا نظارہ اس کی نظر کے سامنے آجائے گا تو اسکو بہر حال اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ وہی پیشگوئیاں ہیں جو پہلے میری طرف سے ہو چکی ہیں۔ یہ تین نشان ہیں۔ جنکے ملانیسے بارہ نشان ہوتے ہیں جو ان دنوں میں ظہور میں آئے اور پانچ اور زلزلوں کا وعدہ ہے۔ جن کی انتظار کرنی چاہیئے۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ اگر یہ زلزلے امریکہ وغیرہ کے اس شخص یعنی اس عاجز کی تائید اور تصدیق کے لئے آئے ہیں۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان ملکوں کے لوگ تو اس کے نام سے بھی بے خبر ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو

* تازہ خبر ڈوئی کے متعلق یہ بھی آئی ہے کہ اس کی خیانت اور ناجائز تعلقات اسکے مریدوں پر ظاہر ہو گئے اور انہوں [illegible]

جھوٹ ہے کہ وہ لوگ میرے نام سے بیخبر ہیں۔ امریکہ کے مشہور اور نامی اخباروں میں کئی دفعہ میرا اور میرے دعویٰ کا ذکر آچکا ہے۔ بلکہ انہیں اخبار والوں نے لکھا تھا کہ پنجاب سے فلاں شخص ڈوئی کو جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ مباہلہ کے لئے بلاتا ہے اور ڈوئی اس سے بھاگتا ہے۔ اس صورت میں وہ بے خبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ماسوا اس کے جبکہ تمام دنیا کے زلزلوں کی نسبت اُن زلازل سے پہلے جو اب ظہور میں آئے میری پیشگوئیاں شائع ہو چکی ہیں۔ اور قبل واقع ہونے ان پیشگوئیوں کے انگریزی میں وہ رسالے میری جماعت کے لوگوں کو جو انگریز ہیں اور امریکہ کے بعض حصوں میں رہتے ہیں پہنچ چکے ہیں۔ اور اُس ملک میں عام طور پر بھی وہ رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ تو اس صورت میں امریکہ کے لوگ ان پیشگوئیوں سے بیخبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان ممالک میں محض قہری طور پر زلزلے آئے ہیں اور چونکہ ان زلازل کی نسبت پیشگوئیاں پہلے ہو چکی ہیں۔ اس لئے وہ لوگ اس نشان سے انکار نہیں کر سکتے۔ ہاں جو موتیں ان میں واقع ہوئی ہیں۔ وہ ان کے گناہوں اور فسق فجور کی وجہ سے ہیں اور یہ زلزلے میری طرف سے انکو رہنمائی کرتے ہیں کیونکہ میں نے ہی قبل از وقت ان کو ان آفات کی خبر دی ہے۔ غرض ہلاک ہونیوالے اپنے سابق گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور جنہیں پیشگوئی کی خبر ملے گی۔ انکے لئے وہ نشان ہوا۔ اگر وہ اس نشان کو ٹال دیں گے۔ تو پھر کوئی اور عذاب آئیگا۔

اب جبکہ یہ دس نشان تازہ بتازہ ایک دوسرے کے بعد ظاہر ہو چکے ہیں اور دشمنوں کو بہت کوفت اور ہم و غم پہنچا ہے تو مذکورہ بالا الہام میں خدا تعالیٰ پیشگوئی کے طور پر فرماتا ہے کہ ایک ناگوار امر ظاہر ہوگا جو کسی قدر دشمنوں کی خوشی کا باعث ہو جائیگا۔ معلوم نہیں کہ وہ کیا امر ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہی ہماری عادت ہے کہ کبھی ہم دشمن دین کو بھی خوش کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ خادمان دین کو خوش کرتے ہیں۔ لیکن انجام پرہیزگاروں کے لئے ہوتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعودؑ - ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ روز یکشنبہ

عیسائیوں کی شرمناک حرکات

ایک عیسائی اخبار کی کوتہ اندیشی۔ تجلی عیسائیوں کا ایک رسالہ ہے جو لاہور سے نکلتا ہے اسے شروع سے ہی امام نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سخت عداوت اور بغض رہا ہے جسکی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آپ حضرت مسیحؑ کی موت کو ثابت کرتے ہیں۔ ابتداءً میں جب رسالہ ترقی میں اس قسم کے مذہبی مضامین ہوتے تھے جن کے لئے اب تجلی مخصوص کیا گیا ہے اس وقت اس میں نہایت سفیہانہ الفاظ میں سلسلہ احمدیہ کے پیشوا کا ذکر ہوتا رہا۔ اور نہایت گندے اور حقارت آمیز الفاظ میں اس سلسلہ پر حملہ ہوتے رہے جب عیسائی صاحبان سیر ہو کر گالیاں نکال چکے اور اس سلسلہ نے اپنے امامؑ کی تعلیم کے مطابق صبر سے ان سب کو برداشت کیا تو اس کے بعد اس کے ایڈیٹر صاحب کو متانت کا خیال آیا اور ایک گذشتہ

اشاعت میں آپ نے یہ ظاہر کیا کہ آپ اس قسم کے مذہبی مناظرات سے اپنے رسالہ کو پاک رکھنا چاہتے ہیں مگر آپ کی توبہ ایک تیر انجوڑ کی توبہ سے بڑھکر نہ نکلی اور اگلے ہی نمبر میں آپ نے اپنے کالموں کو پھر اکبر مسیح کے سفیہانہ حملوں کے لئے کھول دیا۔ اس سے مجھے تعرض نہیں جو چاہیں وہ لکھیں لیکن تعجب یہ ہے کہ بھیڑیے کا کام کرنے کے لئے وہ بھیڑ کا لباس کیوں ضروری سمجھتے ہیں تجلی کے اپریل کے پرچے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دو جگہ پر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک ایڈیٹوریل نوٹوں میں جہاں اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریریں صلح اور اتفاق کی مانع ہیں۔ قلم ہاتھ میں لیکر جو جی میں آئے لکھ دینا آسان ہے مگر خداوند عالم کے حضور جوابدہی مشکل۔ اگر آپ کے پُر کدورت سینہ میں رائی کے دانہ کے برابر بھی سچائی کی محبت ہوتی تو پہلے آپ اپنے بزرگوں پر یہ اتہام لگاتے جنہوں نے دوسرے مذاہب کے مقدس رہبروں کا ذکر گندے سے گندے الفاظ میں کیا ہے۔ اور خصوصاً جو غصہ اور جوش وخروش مقدسوں اور راستبازوں کے سردار سید الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکالا ہے اور جس طرح پر کھلے الفاظ میں آپ کو نعوذ باللہ ڈاکو اور لٹیرا اور دجال کہا ہے اور ایسے ایسے نام رکھے ہیں جنکو ایک مسلمان نقل بھی نہیں کر سکتا۔ ان سب باتوں کا ذکر کرتے کیونکہ جو عناد اور بغض قوموں کے درمیان پیدا ہوا ہے وہ ان ناپاک تحریروں سے ہوا ہے جنکے بانی مبانی آپکے ہی بزرگ پادری صاحبان ہیں۔ جو اپنے دشمنوں سے محبت رکھنے اور اپنی ستانیوالوں کے لئے دعا مانگنے کی بجائے اپنے محسنوں سے دشمنی رکھتے اور اپنے لئے دعا مانگنے والوں کو ستاتے ہیں۔ کیا آپ لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ آپ اور آپکے ہم پیشہ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کے لوگوں کے ہی مقدس رہبروں کو گالیاں نکالکر انکی دل آزاری کرتے ہیں؟ کیا آپ کو خبر نہیں کہ ہندوستان میں تم نے کیسا زہریلا بیج بویا ہے اور کیا کیا فساد اور اشتعال پیدا کرنیوالی تحریریں شائع کی ہیں؟ - لم تکتموا الحق و انتم تعلمون۔

جس بنا پر اخبار تجلی میں بغض اور عداوت پھیلانیکا اتہام حضرت مرزا صاحب پر لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص چراغدین کی طاعون سے ہلاکت پر آپنے یہ لکھا ہے کہ اس نے رسالت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اس لئے جو پیشگوئی اسکے لئے چار سال پہلے کی گئی تھی اسکے مطابق ہلاک ہوا۔ یہاں دیکھنے والی بات تو صرف اسقدر تھی کہ آیا پیشگوئی واقعی ایک کتاب میں شائع ہو چکی تھی یا نہیں اور پھر اسی کے مطابق وہ شخص مارا گیا یا نہیں۔ لیکن پادری صاحبان کے سینے اس قدر پر از کینہ ہو رہے ہیں کہ ایک سچی اور صریح پیشگوئی کو تسلیم کرنیکی بجائے اصل بات کو ٹالکر ایک نئی بحث چھیڑ دی ہے جسکو پیشگوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ لوگوں کو فیصلہ تو یہ کرنا چاہیئے تھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں اور کہ آیا آئندہ کا ایسا باریک علم کہ چار سال پیشتر ایک شخص کے انجام کی ایسی خبر دیجاوے اور پھر اسکو کتاب میں شائع کر دیا جاوے پیشگوئی کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتا ہے یا نہیں اگر پیشگوئی پوری ہو گئی ہے اور ایسی صفائی سے پوری ہوئی ہے کہ کھلے طور پر منجانب اللہ ثابت ہوتی ہے تو اسپر یہ اعتراض کرنا کہ اس سے خدا کی نسبت پست خیال پایا جاتا ہے اور دشمنی بڑھتی ہے۔ سراسر حماقت اور پرلے درجہ کی بیہودگی ہے۔ اور اگر پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو آپکا حق اسپر جرح کرنیکا ہے

مگر عیسائی صاحبان کا اس پہلو پر آنا جو فیصلہ کی راہ ہے اونٹ کے سوئی کے ناکے میں سے گذر جانے سے بھی مشکل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس راہ میں ذلت اور ناکامی انکے پلے پڑیگی۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ "ملک میں صلح کرانا ایک ناپاک کام سمجھا جاتا ہے" سو اول تو یسوع مسیح کے الفاظ کو مدنظر رکھکر یہ بات لکھتے تو خوب ہوتا بہرحال وہ لفظ میں آپکے لئے نقل کر دیتا ہوں یہ لفظ آپکے عقیدہ کے موجب متی نے سن سنا کر کسی نے یسوع کے قصہ میں لکھے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ وہ غلط ہوں مگر اس کا فیصلہ آپ ہی کرینگے "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرواتے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانیکو آیا ہوں" متی ۱۰ پس اگر پہلا مسیح صلح کے لئے نہیں آیا تھا تو دوسرے مسیح پر صلح نہ کروانے کا عیب کیوں لگاتے ہو۔ علاوہ ازیں اگر صلح سے آپ کا یہ منشا ہے کہ خواہ کوئی شخص دنیا میں کیسا ہی ناپاک اور گندے سے گندہ کام کرے اسکو برا نہ کہا جائے تو ایسی صلح عیسائیوں کو مبارک ہو۔ خدا کی طرف سے جو مامور آئیگا وہ تو پھاڑ پھاڑ کر فسق و فجور کو اور ہر ایک بدی کی راہ کو برا کہے گا۔ اب اگر ڈوئی عذبن اپنے اس دعوے میں سچا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا تو کم از کم آپ لوگ تو اسکے پیرودں میں داخل ہو جاتے تا کہ ایک صادق کی بیعت کا فخر آپ کو حاصل ہو جاتا اور اگر وہ جھوٹا تھا جیسا کہ پیشگوئی کے پورا ہونے نے بتا دیا تو اس کو اسکے بد انجام سے متنبہ کرنا کیونکر عیب کا کام ہو گیا اور پھر جب آخر اس نے افترا علی اللہ سے توبہ نہ کی اور مطابق پیشگوئی کے ہلاک ہوا تو یہ واقعہ جو صادق اور کاذب میں معیار ہو گیا اور جس نے اس سلسلہ کی حقانیت کو اظہر من الشمس کر دیا گو شپرہ چشم اس نور کو نہ دیکھ سکیں تو اس پیشگوئی کے پورا ہونیکو دنیا پر ظاہر کرنا تا کہ دوسرے لوگ اس کے بد انجام سے عبرت پکڑیں کسطرح محل اعتراض بن گیا۔ افسوس ہے اس فہم پر کہ جو امر دنیا میں خدا کے جلال اور اس کے مامور کے صدق کو ظاہر کرنیوالا ہو اسی پر عیب لگایا جاوے۔ باقی رہے مسیح کی تعلیم کے ایسے فقرات کہ دشمنوں سے بھی محبت کرو اس سے بہتر نصائح مسیح موعودؑ کی تعلیم میں موجود ہیں۔ مگر کیا حضرت مرزا صاحب نے اس سے کوئی عداوت کی؟ نہیں بلکہ خود اس نے نشانوں کا مشاہدہ کر کے اور مامور کو پہچانکر افترا کی راہ اختیار کی اور خدا سے دشمنی کی پس وہ خدا کے غضب میں پکڑا گیا اور جیسا کہ اس نے خود لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو برا کہنے والے طاعون سے ہلاک کئے جاویں گے وہ خود ہلاک کیا گیا کیونکہ اسپر حجت پوری ہو چکی تھی۔ اگر آپکے نزدیک خدا کے غضب کا بدکاروں پر نازل ہونا ماننا خدا کے متعلق پست اور وحشیانہ خیالات ہیں۔ تو پھر یسوع مسیح کے بھی ایسے ہی پست اور وحشیانہ خیالات ماننے پڑیں گے نعوذ باللہ من ذلک۔ دیکھو خود مسیح نے طاعونوں اور زلزلوں اور مصائب اور ہلاکتوں کا دنیا میں آنا اپنے آنیکا نشان بتایا۔ مگر اے نور ایمان سے اندھو ایک ڈوئی کی ہلاکت کے بالمقابل یہ کتنی بڑی ہلاکتیں ہیں۔ اور وہ واقع بھی ہو رہی ہیں۔ کیا سان فرانسسکو کے عیاش عیسائی شہر کو خدا نے تباہ کیا یا کسی اور نے؟ کیا یہ سنت اللہ ہے یا نہیں کہ بدکاروں پر اسکا غضب جب انکی بدکاری حد سے گذر جائے اسی طرح نہیں بھڑکا کرتا ہے؟ یہ تو آپ لوگوں کی ایمانداری ہے کہ ایک بات کو جب ہم پیش کریں تو اسے خدا کے

* کتاب دافع البلاء کا نام معیار اہل الاصطفاء بھی اپنی اندر ایک پیشگوئی رکھتا تھا جس کو ڈوئی کی موت نے پورا کر دیا۔ منہ

متعلق پست خیالات قرار دیتے ہو۔ اور خود اس سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر باتیں مانتے ہو۔ یہی آپ لوگوں کا طریق بحث ہے کہ ہر پہلو میں کجروی اختیار کرتے اور پھر اپنے آپ کو راستی کے حامی بتاتے ہو۔ اور یہ فقرہ کہ ہم لوگ "اپنے بھائی کی مصیبت پر بجائے افسوس کرنیکے خوش ہوتے ہیں" یہ محض افترا ہے۔ یہ واقعہ تو دنیا کے سامنے عبرت کے لئے پیش کیا جاتا ہے کہ تا لوگ سچے اور جھوٹے میں فرق کریں نہ کہ خوشی کے لئے۔ ہم تو افسوس کرتے ہیں آتھم کی موت پر۔ لیکھرام کی موت پر۔ چراغدین کی موت پر۔ مگر ان لوگوں نے راستی سے عداوت کی۔ اور ناراستی سے پیار کیا۔ اس لئے خدا کے غضب میں پکڑے گئے پس صرف عبرت کے لئے ہم انکے واقعات کو پیش کرتے ہیں۔

دوسری جگہ پر جہاں اس رسالہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کیا ہے۔ اس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے کہ خود ایڈیٹر رسالا اس کی سختی کا اعتراف کرتا ہے۔ مگر وہ اسکو ترکی بہ ترکی جواب قرار دیکر اپنے رسالہ میں درج کرتا ہے۔ مگر کیا وہ دکھا سکتے ہیں کہ جن الفاظ میں مضمون کے لکھنے والے اکبر مسیح نے ایک عظیم الشان جماعت کے پیشوا کا ذکر کیا ہے انہیں الفاظ میں چشمہ مسیحی میں ینابیع الاسلام کے مصنف یا عیسائیوں کے پیشوا کا ذکر کیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو پھر معلوم ہوا کہ یہ عذر ترکی بہ ترکی جواب کا ایک مجذوم دل نے کوئی پرانا کینہ نکالنے کے لئے کیا ہے۔ افسوس ہے کہ چشمہ مسیحی کی ایک بھی بات کا جواب دینے کے بغیر بار بار اس شخص نے گندی گالیاں اپنے مضمون میں نکالی ہیں۔ ایڈیٹر کہتا ہے کہ "غالباً مرزا صاحب کے رسالہ کو پڑھکر انکے دل میں وہی روح کام کر گئی ہے" مگر اونکو غلطی لگی ہے۔ یہ تو کسی انجیل نویس کی یا خود مسیح کی روح ہی کام کر گئی ہے۔ کیونکہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بھی فقیہوں اور فریسیوں کو گدھے اور سانپوں کے بچے وغیرہ الفاظ سے خطاب کیا کرتے تھے۔ ہاں چیلا گرو سے ذرا آگے بڑھ گیا ہے۔

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعودؑ

۲۔ اپریل ۱۹۰۶ء الہام۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ان اللہ قد من علینا۔ "کل خواب میں مولوی عبدالکریم صاحب کو دیکھا۔ اور میں انہیں کہتا ہوں کہ دعا کرو کہ دشمنوں پر خدا مجھے غلبہ دے۔" "اور پھر آج دیکھا کہ وہ میرا نام لیکر کہتے ہیں کیوں لوگ انکی مخالفت کرتے ہیں اور کیوں نہیں مانتے اور بڑی جوش اور غضب سے کہہ رہے ہیں۔" "اور چند روز ہوئے دیکھا تھا کہ ایک انگریز ہمارے گھر میں داخل ہوا ہے ساتھ محمود ہے گویا تلاشی لینا چاہتا ہے اور پاس ہی میر ناصر نواب صاحب کھڑے ہیں وہ اشارہ سے مجھے کہتے ہیں کہ یہ انگریز حاکم ہے تلاشی کی غرض سے آیا ہے میں دل میں کہتا ہوں کہ اسجگہ تلاشی کے لئے کونسی مشتبہ چیز ہے صرف ہماری تصانیف کے مسودات ہیں معلوم نہیں کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے مگر ناصر اور محمود کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اگر کوئی امر مکروہ بھی ہے تو انجام اچھا ہے ایسی خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں یہ ضرور نہیں کہ تلاشی سے مراد تلاشی ہی ہے بلکہ کوئی اور پوشیدہ جستجو اس سے مراد ہو سکتی ہے جسکا انجام ظاہری بریت اور صفائی ہو" واللہ اعلم بالصواب۔ "چند روز ہوئے

یہ الہام ہوا تھا۔ انا نبشرک بغلام۔ نافلۃ لک ممکن ہے کہ اسکی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو۔" ۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ یاتیک الفرج۔ ۸۔ اپریل ۱۹۰۶ء (۱) رب ارنی زلزلۃ الساعۃ (۲) یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ۔ ۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء رب ارنی زلزلۃ الساعۃ (۲) یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ (۳) اریک زلزلۃ الساعۃ (۴) یسئلونک احق ھو۔ قل ای وربی انہ لحق ولا یرد عن قوم یعرضون (۵) نصر من اللہ وفتح مبین (۶) اراد اللہ ان یبعثک مقاماً محموداً۔ (۷) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۸) وقت صبح۔ الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ ترجمہ(۸) امراض پھیلائی جائیں گی اور جانیں ضائع کیجائیں گی۔ فرمایا یہ الہام پہلے بھی ہو چکا ہے اب پھر ہوا ہے اور خوف ہے کہ اس سے کیا مطلب ہے معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب کے متعلق ہے۔ ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۶ء تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخٰطئین۔ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ طاعون ترقی کر رہی ہے۔ الہام(۱) زلزلہ آیا زلزلہ آیا۔ رؤیا۔ دیکھا کہ زلزلہ آرہا ہے۔ الہام(۲) انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ ایک بڑا سانپ ہے جس کی گردن مگھ (مرغابی) کی طرح بڑی ہے۔ وہ میرے پیچھے دوڑا۔ میں ایک اونچی جگہ دیوار پر چڑھ گیا اور اسکو مخاطب کر کے کہا۔ خدا قاتل تو باد۔ مرا از دستِ تو محفوظ داراد۔ اس کے بعد یہ نظارہ دیکھا کہ گویا میں اُس سانپ پر سوار ہوں اور اس سانپ کی گردن میرے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اُلٹ کر مجھے کاٹے۔ تب میں نے زیادہ تر سر کے قریب سے اسکو پکڑا تا کہ وہ کاٹ نہ سکے۔ فقط۔ فرمایا۔ اس رؤیا میں کسی فتنہ کی خبر دیگئی ہے کوئی مخفی دشمن ہے جو کسی رنگ میں نیش زنی کریگا۔ مگر نامراد رہیگا۔ ۱۶۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ الہام۔ انی حفیظک یعنی میں تیری نگہبانی کروں گا۔ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو رؤیا میں دیکھا۔ کہ زندہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے کوئی ایسا نشان دکھائے جس سے دین اسلام کی زندگی مخلوق پر ثابت ہو جائے۔ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ فرمایا آج رات بیماری کی حالت میں الہام ہوا تھا۔ اشفنی من لدنک وارحمنی۔ ترجمہ۔ مجھے اپنی طرف سے شفا بخش اور رحم کر۔ فرمایا۔ چند روز ہوئے کہ کشفی نظر میں ایک عورت مجھے دکھلائی گئی اور پھر الہام ہوا۔ ویل لھٰذہ الامراۃ وبعلھا۔ ترجمہ۔ اس عورت کے لئے عذاب مقدر ہے اور اس کے خاوند کے لئے بھی۔ ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۶ء۔ (۱) رب لا تضیع عمری وعمرھا واحفظنی من کل اٰفۃ ترسل الیّ۔ ترجمہ۔ اے میرے رب میری اور اسکی عمر کو ضائع نہ کر اور مجھے اُن تمام آفات سے محفوظ فرمائیو جو میری طرف بھیجی جاویں۔ (۲) انہ نازل من السماء مایغنیک۔ ترجمہ۔ تحقیق خدا آسمان سے وہ چیز اتار رہا ہے جو تجھے غنی کر دیگی (۳) اریک مایرضیک۔ ترجمہ۔ تجھے وہ چیز دکھلاؤنگا جو تجھے خوش کر دیگی۔ (۴) عندی حسنۃ ھی خیر من جبل۔ ترجمہ۔ میرے پاس بھلائی ہے جو پہاڑ سے بہتر ہے۔ (۵) الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ ترجمہ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (۶) آسمان سے دودھ اُترا ہے۔ محفوظ رکھو۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۰۶ء (۱) تیری خوش زندگی کا سامان ہو گیا ہے۔ (۲) اللہ خیر من کل شیءٍ۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے بہتر ہے۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء (۱) دشمن کا بھی ایک وار نکلا۔ (۲) وتلک الایام

.مئی ۱۹۰۶ء کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں ۱۱

۴۔مئی ۱۹۰۶ء۔ انی مع الاکرام لولاک لما خلقت الافلاک۔ترجمہ تحقیق مَیں بزرگوں کے ساتھ ہوں۔اگر تُو نہ ہوتا تو مَیں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔۵۔مئی ۱۹۰۶ء۔ رؤیا۔ایک شخص نے ایک دوائی کولا مائن کی ایک بوتل دی جو سُرخ رنگ کی دوائی ہے۔اور بوتل بند کی ہوئی ہے۔اور اس پر رسّیاں لپیٹی ہوئی ہیں۔ظاہر دیکھنے میں تو بوتل ہی نظر آتی ہے مگر جس شخص نے دی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب دیتا ہوں۔دیکھنے میں تو بوتل ہی نظر آتی تھی۔لیکن کہنے میں وہ شخص اس کا نام کتاب رکھتا ہے۔اس وقت مَیں کہتا ہوں کہ اسکا وقت آگیا ہے۔اس کو نوکر رکھا جائے۔اور مَیں نے اس کتاب پر دستخط کر دیئے ہیں۔پھر الہام ہوا۔یہ میری کتاب ہے۔اسکو کوئی ہاتھ نہ لگا دے مگر وہی جو میرے خاص خدمتگار ہیں۔پھر الہام ہوا۔ اللہ یعلینا ولا نعلیٰ۔ترجمہ۔اللہ تعالیٰ ہمیں اونچا کریگا ہم نیچے نہیں کیئے جاویں گے فرمایا۔اس سے مطلب یہ ہے کہ ہم دشمنوں پر غالب ہونگے۔اور دشمن ہم سے مغلوب ہونگے۔۵۔مئی ۱۹۰۶ء الہام۔پھر بہار آئی۔تو آئے ثلج کے آنیکے دن ثلج کا لفظ عربی ہے۔اس کے ایک تو یہ معنے ہیں کہ وہ برف جو آسمان سے پڑتی ہے۔اور شدّت سردی کا موجب ہو جاتی ہے اور بارش اس کے لوازم سے ہوتی ہے۔اسکو عربی میں ثلج کہتے ہیں۔ان معنوں کی بنا پر اس پیشگوئی کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ بہار کے دنوں میں آسمان سے ہمارے ملک میں خدا تعالیٰ غیر معمولی طور پر یہ آفتیں نازل کریگا۔اور برف اور اس کے لوازم سے شدّت سردی اور کثرت بارش ظہور میں آئے گی۔اور دوسرے معنے اس کے عربی میں اطمینان قلب حاصل کرنا ہے۔یعنی انسان کو کسی امر میں ایسے دلائل اور شواہد میسر آجاویں جن سے اسکا دل مطمئن ہو جائے اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ فلاں تقریر موجب ثلج قلب ہو گئی یعنی ایسے دلائل قاطعہ بیان کیئے گئے کہ جن سے کلی اطمینان ہو گئی۔اور یہ لفظ کبھی خوشی اور راحت پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو اطمینان قلب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔یہ تو ظاہر ہے کہ جب انسان کا دل کسی امر میں پوری تسلّی اور سکینت پالیتا ہے تو اسکے لوازم میں سے ہے کہ خوشی اور راحت ضرور ہوتی ہے۔غرض یہ پیشگوئی ان پہلوؤں پر مشتمل ہے۔اس پیشگوئی پر غور کرنیسے ذہن ضروری طور پر اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے نزدیک اسجگہ ثلج کے دوسرے معنے ہیں یعنی یہ کہ ہر ایک شبہ و شک کو دور کرنا اور پوری تسلّی بخشنا۔تو اسجگہ اس فقرہ سے یہ بھی مراد ہوگی کہ چونکہ گذشتہ دونوں زلزلوں کی نسبت کج طبع لوگوں نے شبہات بھی پیدا کیئے تھے۔اور ثلج قلب یعنی کلی اطمینان سے محروم رہ گئے تھے مگر بہار کے موسم میں ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جس سے ثلج قلب ہو جائیگی۔اور گذشتہ شکوک و شبہات بکلی دور ہو جائیں گے اور حجت پوری ہو جائیگی۔اس الہام پر زیادہ غور کرنیسے یہ بھی قریب قیاس معلوم ہوتا ہے کہ بہار کے دنوں تک صرف ایک نشان نہ بلکہ کئی نشان ظاہر ہو جائیں گے اور جب بہار کا موسم آئیگا تو اسقدر تواتر نشانوں کی وجہ سے دلوں پر اثر ہوگا کہ مخالفین کے مونہہ بند ہو جائیں گے اور حق کے طالبوں کے دل پوری تسلّی پائیں گے اور یہ بیان اس بنا پر ہے کہ ثلج کے معنے تسلّی پانا اور شکوک اور شبہات سے رہائی ہو جانا سمجھے جائیں لیکن اگر برف اور بارش کے معنے ہوئے تو خدا تعالیٰ کوئی اور سماوی آفت نازل کریگا۔واللہ اعلم بالصواب

پھر ۶۔مئی ۱۹۰۶ء۔روز یکشنبہ کو الہام ہوا۔ ولا تکلمنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون۔ وعدٌ علینا حق۔یعنی ان لوگوں کے بارہ میں میرے ساتھ بات نہ کر۔جو ظالم ہیں یعنی دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں اور دنیا کے ہموم و غموم میں لگ کر دین کے پہلو سے لاپرواہ ہیں مَیں انکو فم و غرق کروں گا اور ناکامی میں رہیں گے یہ خدا کا سچا وعدہ ہے جو نہیں ٹلیگا۔میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے جو دنیا کے ہموم و غموم میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور دین کی فکر اور غم سے لاپرواہ ہیں۔گویا خدا تعالیٰ مجھے ہدایت فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے دعا مت کر انکی شفاعت مت کر کیونکہ

جیسا کہ انکا دین مرگیا۔انکی دنیا بھی مریگی۔ظاہر ہے دعا اور شفاعت دوستوں کے لئے ہوتی ہے نہ دشمنوں کے لئے۔پس اسی قرینہ سے مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ الہام خاص دوستوں کے لئے ہے اور ایک بڑے عذاب سے انکو ڈرایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ وہ عذاب دوسروں کے لئے بھی ہو۔مگر ایسے لوگوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ بظاہر اس جماعت میں داخل ہیں مگر انکی حالت دنیا پرستی کی ہمارے اصول کے مخالف ہے۔ ۷۔مئی ۱۹۰۶ء۔الہام۔کلیسیا کی طاقت کا نسخہ

تمام جماعت احمدیّہ کے لئے اعلان

چونکہ ڈاکٹر عبد الحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ میں داخل تھا۔ نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اور ان باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کیں۔ مونہہ پھیر لیا۔ بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی دکھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ ور کے کسی کی زبان اور قلم سے نکل نہیں سکتے اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھکو ایک حرام خور اور بندۂ نفس اور شکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانیوالا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے پیروں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ اور بہت سی ایسی گالیاں دیں۔ جو ایسے مخالف دیا کرتے ہیں جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ پیشگوئیاں جنپر ناز کیا جاتا ہے کچھ چیز نہیں مجھکو ہزارہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں جو پوری ہو جاتی ہیں۔ غرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزاری کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جسطرح اپنی ناپاک بدگوئی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کیلئے اس اشتہار میں گنجائش نہیں۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی غرض سے جھوٹ بھی پیٹ بھر کے بولا ہے مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگو لوگوں کی کچھ پروا نہیں کیونکہ اگر جیسا کہ مجھے اس نے دغا باز۔ حرام خور مکار۔ فریبی اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے۔ اور طریق اسلام اور دیانت اور پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر مجھے ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے مضر ٹھہرایا ہے بلکہ مجھے محض شکم پرور اور دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں تو مَیں اس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں۔ تو مَیں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑیگا جو مرید ہو کر اور پھر مرتد ہو کر اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنیوالے جیسے چوہڑے اور چمار (جو شکم پرور کہلاتے ہیں اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے) انکی مانند مجھے بھی محض شکم پرست اور بندۂ نفس اور حرامخور قرار دیتا ہے۔ اب مَیں ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا اور خدا کی شہادت کا منتظر ہوں اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں ۲ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ واعلم من اللہ مالا تعلمون۔

اب چونکہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمر بن ہشام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور جان کا دشمن تھا۔ اس لئے مَیں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر لیں اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہوگا

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر

خاکسار میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود از قادیان ضلع گورداسپور

(باہتمام چودھری اللہداد صاحب مطبع میگزین قادیان میں منیجر میگزین کے لئے چھاپا گیا۔)